بیادگار: مخدوم العالم قطب بنگال، گنج نبات شیخ عمر علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ
بفیض روحانی: تارک السلطنت سیدنا حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ
بفیض روحانی: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
زیر سرپرستی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی عبد الغفور صاحب
جلد ۴
شمارہ ۱
سہ ماہی
پیغام مصطفیٰ
اتر دیناجپور
اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۳ء
مجلس ادارت
مدیر اعلیٰ: محمد ساجد رضا مصباحی
نائب مدیر: غلام محمد ہاشمی مصباحی
معاون مدیر: مولانا محمد سبحان رضا مصباحی
نائب معاون مدیر: محمد عسجد رضا قادری
سرکولیشن مینیجر: مولانا محمد مظفر حسین رضوی
مجلس مشاورت
مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی
مفتی محمد شعیب عالم قادری نعیمی
مفتی احمد حسین نوری رضوی
مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی
مولانا غلام مختار قادری
مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی
مفتی صابر رضا محب القادری
مفتی محمد صابر عالم مصباحی
مجلس مشاورت
مولانا مختار عالم مصباحی
مولانا محمد اشتیاق احمد مصباحی
مولانا مسعود احمد مصباحی
مولانا محمد شکیل انور مصباحی
مولانا محمد عابد حسین مصباحی
مولانا احمد رضا قادری
مولانا محمد شارب ضیاء مصباحی
مولانا بدر الدجیٰ رضوی مصباحی
قیمت عام شمارہ: ۴۰ • سالانہ ۱۶۰
رجسٹرڈ ڈاک سے: ۲۵۰
ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
تنظیم عاشقان مصطفیٰ
شاہ پور بازار تھانہ گوالپوکھر ضلع اتر دیناجپور بنگال ۷۳۳۲۱۰
or Pay to Mobile Number using PhonePe App
9674647385
Md Subhan Raza
E-mail:
paighamemustafa2018@gmail.com
Mob.:9473927746- 9734927165-7797820610
ناشر
آئینۂ ہند اکیڈمی اتر دیناج پور، بنگال

مشمولات

یوں تو بنگال تہذیب وثقافت، امن وآشتی، اخوت ومحبت اور بھائی چارے کے لیے مشہور ہے، ادھر چند سالوں میں جب کہ ملک کے ہر خطے میں نفرت کا بازار گرم ہے، سیاسی بازی گروں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ہندوستانی تہذیب وثقافت کا جس طرح کھلا مذاق اڑایا ہے وہ ملک عزیز کے ماتھے ایک بدنما داغ اور یہاں کی صدیوں پرانی روایات کا خون ہے۔ ملک کے دوسرے صوبوں کی طرح بنگال میں بھی نفرت کی دکان چمکانے کی پوری کوشش ہوئی، یہاں بھی سیاست میں مذہب کا تڑکا لگا کر اقتدار کی کرسی تک پہنچنے کے لیے پوری جدوجہد کی گئی، اس میدان کے ماہرین کو کام پر لگایا گیا، اکثریتی فرقے کو بڑے سنہرے خواب دکھائے گئے لیکن نفرت کے سوداگروں کو یہاں منہ کی کھانی پڑی، ان کا ہر حربہ یہاں ناکام ہو گیا اور بنگال کی سرزمین نے امن وآشتی کا علم بلند رکھنے میں کام یابی حاصل کی۔

امن وامان اور اخوت ومحبت کی علم لہرانے والی یہ سرزمین پنچایتی انتخاب میں خون آشام کیوں ہو جاتی ہے، ہر بار پنچایت انتخاب میں تشدد اور قتل وغارت گری کے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں؟ اتنی بڑی تعداد میں لوگ پنچایت الیکشن کیوں لڑنا چاہتے ہیں اور امیدواران الیکشن جیتنے کے لیے کسی بھی حد تک جانے کے لیے کیوں تیار ہو جاتے ہیں، کیوں اپنی زندگی بھر کی کمائی داؤں پر لگا دیتے ہیں، کیوں اپنی اور اپنے حمایتیوں کی جانیں بھی خطرے میں ڈال دیتے؟ اس ضمن میں پروفیسر عتیق احمد فاروقی کا یہ تجزیہ چشم کشا ہے:

''پنچایتی نظام سہ سطحی ہے۔ پہلے گرام پنچایت، پھر پنچایت سمیتی اور اس کے بعد ضلع پریشد۔ پنچایت کے انتخابات میں رائے دہندگان کو تین تین بار ووٹ ڈالنے پڑتے ہیں۔ یہ بات کسی سے چھپی نہیں ہے کہ پنچایت میں مرکزی اسکیموں کا بہت پیسہ آتا ہے۔ ریاستی حکومت کے پروجیکٹ تو آتے ہی ہیں۔ پنچایتوں کے ذریعے ہی یہ پیسے خرچ ہوتے ہیں۔ پنچایت پردھان کو بطور تنخواہ قریب چھ ہزار روپے ماہانہ ملتے ہیں، لیکن وہ مرکز ور یاستی حکومت کی تمام اسکیموں کی ایک اہم کڑی بھی ہوتی ہے۔ گاؤں کی آبادی اور رقبہ کے حساب سے پنچایتوں کے پاس لاکھوں رکروڑوں روپے آتے ہیں۔ اس کے ایک بڑے حصہ کی بندر بانٹ ہوتی ہے۔'' [روزنامہ راشٹریہ سہارا، ۱۸ر جولائی ۲۰۲۳ء]

یہ حقیقت ہے کہ الیکشن لڑنے کا یہ جنون صرف اور صرف اس لیے ہے کہ پنچایت اور بلاک سطح پر بے شمار مرکزی اور صوبائی اسکیمیں دیہی علاقوں کی ترقی اور سہولیات کے نام پر آتی ہیں، ان اسکیموں میں غبن کر کے یہ ممبران لاکھوں کڑوروں کی ملکیت جمع کرنے میں آسانی سے کام یاب ہو جاتے ہیں، اور یہ دیہی علاقے دن بہ دن ترقی کی شاہ راہ سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں، اس غبن فاحش میں مقامی افسران کی مکمل ساز باز رہتی ہے بلکہ اس میں اعلیٰ عہدے کے افسران کا بھی حصہ رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کبھی بھی کسی محکمے کی جانب سے ان پر کوئی موثر کارروائی نہیں ہوتی اور ان لٹیروں کے حوصلے دن بہ دن بڑھتے جاتے ہیں۔

حالیہ پنچایتی انتخاب میں پیش آئے حادثات اور ماضی کی تاریخ کا جائزہ لینے کے بعد یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ بنگال پنچایت الیکشن اور تشدد کا چولی دامن کا ساتھ ہے، کمیونسٹ کے زمانے میں بھی پنچایت الیکشن میں تشدد کے واقعات کثرت سے رونما ہوتے تھے، کمیونسٹ کے خاتمے کے بعد ترنمول حکومت میں بھی تشدد کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا، اس بار بھی الیکشن میں متعدّد جانیں گئیں، تشدد کے کثیر واقعات رونما ہوئے، تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ مرنے والوں میں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور تشدد کے واقعات بھی مسلم علاقوں ہی میں زیادہ پیش

آئے، یعنی الیکشن کا جنون مسلم حلقوں میں زیادہ دکھائی دیا، آخر ایک مسلمان جنھیں ان کے دین نے حلال رزق کے کسب کا خصوصی حکم دیا ہے، جن کے دستور حیات میں دوسروں کا دل دکھانا بھی منع ہے، جنھیں رشتوں کی حفاظت کی خصوصی تاکید کی گئی ہے، جنھیں فریب اور دھوکے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے وہ بھی سیاست کے میدان میں آکر اپنی ساری ذمے داریوں کو فراموش کر جاتے ہیں، وہ اخروی زندگی کو یکسر فراموش کر کے اپنے ہی بھائیوں کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ یہ حالات مسلم سماج و معاشرے کے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہیں۔

یہ بھی بات اظہر من الشمس ہے کہ بنگال کے مسلمان پنچایت الیکشن میں اس سیاسی بصیرت سے کام نہیں لیتے جس کے لیے وہ ملک بھر میں جانے جاتے ہیں، بلکہ وہ سیاسی جنون کا اس قدر شکار ہو جاتے ہیں کہ انہیں نہ تو دین و شریعت کا کا پاس و لحاظ رہتا ہے اور نہ ہی رشتوں کا خیال، خون کے رشتے بھی الیکشن کے دنوں میں اپنی قدر و قیمت کھو دیتے ہیں، برسوں کی دوستی بے معنی ہو جاتی ہے، خوش گوار تعلقات میں بد مزگی پیدا ہو جاتی ہے، انسانی جانیں سستی ہو جاتی ہیں، سماج و معاشرے میں ایک تعفن کا ماحول ہوتا ہے، ایسا تعفن جس میں غیرت مند انسانوں کا دم گھٹتا ہے، ہر طرف بے چینی اور بے یقینی کی کیفیت ہوتی ہے، ہر گلی کوچے میں گاؤں کے سر پھروں اور بے روزگاروں کی مجلسیں جمتی ہیں، بات بات میں جھگڑوں کا دور شروع ہوتا ہے، ہر دن ٹولیاں بنتی اور بگڑتی ہیں، پھر ووٹوں کی خرید و فروخت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، کچھ ووٹر مہنگے بکتے ہیں اور کچھ معمولی داموں میں، کچھ بے غیرت تو چاے پکوڑی پر ہی اپنا سودا کر لیتے ہیں۔

لوک سبھا اور ودھان سبھا الیکشن میں عام طور پر لوگوں کے اندر وہ جذبۂ جنوں نظر نہیں آتا جو پنچایت الیکشن میں نظر آتا ہے، سیاسی اجلاس بھی کم ہوتے ہیں، جلوس کا اہتمام بھی کم ہوتا ہے، اس کے بر خلاف پنچایت الیکشن کے زمانے میں ہر دن میٹنگ ہوتی ہے، گاہے گاہے جلوس کا بھی اہتمام ہوتا ہے، ان سیاسی سبھا اور جلسوں میں سیاسی گرمی پیدا کرنے کے لیے کئی طرح کے نعرے لگائے جاتے ہیں، ان میں بعض ناجائز و حرام اور بعض کفری بھی ہوتے ہیں، لیکن ہمارے مسلمان بھائی بے دریغ ایسے نعرے لگاتے ہیں، ان نعروں میں "وندے ماترم" کا نعرہ سر فہرست ہے، ہمارے اسلاف نے اس نعرے کے کفر ہونے کا قول فرمایا ہے۔

نائب مفتی اعظم ہند، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ اس نعرے کے سلسلے میں حکم شرع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وندے ماترم کے معنی یہ ہیں، اے ماں! ہم تیرے پجاری ہیں، یہ زمین سے خطاب ہے۔ مشرکین ہند کے کروڑوں دیوتاؤں میں ایک دیوی زمین بھی ہے، اس سے خطاب کرتے ہوئے اس گیت میں کہا گیا ہے کہ اے زمین، اے دھرتی ماتا! ہم تیرے پجاری ہیں۔ پجاری کے معنی عبادت کرنے والے کے ہیں۔ اس وجہ سے یہ جملہ خالص مشرکانہ کافرانہ ہے۔ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ وہ یہ نعرہ لگائیں۔ جو مسلمان یہ نعرہ لگائے گا، یہ گیت گائے گا وہ کافر مشرک مرتد ہو کر اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل جائے گی۔ اس پر فرض ہوگا کہ فوراً توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو اور اگر بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس سے پھر نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" [فتاوی شارح بخاری، ج:۲، ص:۵۸۸۔۵۸۹]

الیکشن کے موقع پر عام طور پر لگائے جانے والے نعروں میں سے "بھارت ماتا کی جے" کا نعرہ بھی بہت دھڑلے سے لگایا جاتا ہے، مسلم ووٹر اور لیڈر اپنے ایمان و عقیدے کی پروانہ کرتے ہوئے یہ نعرہ شوق سے لگاتے ہیں۔

فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ سے استفتا ہوا کہ اسلامی مدارس میں "بھارت ماتا کی جے" بولا جا سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

"اسلامی مدارس تو اسلامی مدارس کسی بھی موقع پر "بھارت ماتا کی جے" بولنا کفر ہے، جو لوگ یہ جے بولیں ان پر توبہ، تجدید ایمان اور نکاح لازم ہے۔ یہ ہندوؤں کے شرکیہ اعتقاد کی ترجمانی ہے، ان کے اعتقاد کے مطابق ایک دیوی ہے جس کو بھارت ماتا کہتے ہیں، جو

ہندوستان کی مالک و مختار اور اس میں متصرف ہے، جیسے گنگا جمنا کے بارے ان کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ دونوں دریا نہیں دو دیوی ہیں۔"[فتاوی شارح بخاری، ج:۲، ص:۵۹۸]

پنچایت الیکشن میں ووٹ کے بدلے پیسے لینے کا رواج عام ہو گیا ہے، مسلم ووٹرس بھی اس معاملے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں، مفتیان عظام نے ووٹ کے عوض لیے جانے والے روپے کو رشوت قرار دیا ہے۔ محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور فرماتے ہیں:

"عام طور پر یہ جو امیدواروں سے لین دین ہوتی ہے یہ لین دین رشوت کی لین دین ہوتی ہے جو حرام و گناہ ہے۔"[سوالات جوابات، ص:۱۷۰]

پیسے لے کر اپنے ووٹ کا سودا کرنا نہ صرف یہ کہ شرعی نقطۂ نظر سے انتہائی مبغوض اور حرام و گناہ ہے بلکہ یہ اپنی قوم، اپنے ملک اور اپنی نسل کے ساتھ دھوکہ وفریب ہے اور ملک کے جمہوری اقدار کے ساتھ کھلا مذاق بھی۔ پیسے لے کر ووٹ دینے والے ووٹر اپنے لیڈران سے کبھی آنکھ ملا کر بات نہیں کر پاتے اور نہ ان سے اپنے گاؤں کے ترقیاتی کاموں کا کوئی مطالبہ کر پاتے ہیں وہ ہمیشہ ایک مجرم کی طرح بے بس اور مجبور ہوتے ہیں۔

دوسری طرف الیکشن لڑنے والے ہمارے مسلم برادران اپنی زندگی کی پوری جمع پونجی داؤں پر لگا دیتے ہیں، ایک ہی گاؤں میں کئی کئی امیدوار میدان میں اتر جاتے ہیں اور پیسوں کے بل بوتے پر ووٹرس کو لبھانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، تعجب کی بات تو یہ ہے کہ گاؤں کی سطح پر ہونے والے پنچایت الیکشن میں تیس چالیس لاکھ تک خرچ کر ڈالتے ہیں اس امید پر کہ کسی طرح الیکشن جیت گئے تو چھ مہینے سال بھر کے اندر سرکاری اسکیموں میں غبن کر کے اتنی رقم بچالیں گے اور باقی کے چار سال بینک بیلنس کے کافی ہوں گے، اور ایسا ہوتا بھی ہے۔ لیکن ایسے لوگ دوہرے فریب کے شکار ہیں اور اپنی دنیا و آخرت دونوں کی تباہی کا سامان کر رہے ہیں، اکثر لوگ الیکشن جیتنے اور بغیر محنت کے مال دار بننے کے چکر میں کنگال ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ آبائی زمین جائداد سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ بہر حال یہ مسلمانوں کے لیے خسارے کا سودا ہے۔

الیکشن میں جیت حاصل کرنے والی پارٹی کا جشن اور جلوسِ فتح بھی بے شمار خرافات کا شکار ہوتا جا رہا ہے، خالص مسلم آبادی والے گاؤں کے ممبران اور ان کے حمایتی بھی جلوس میں جس طرح ناچ گانا اور ڈی جے کی دھن پر ڈانس کرتے اور ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے نظر آتے ہیں وہ انتہائی افسوس ناک ہے، بالکل ہولی جیسا ماحول ہوتا ہے، ہندوؤں کے مذہبی جلوس کا پورا رنگ و روپ ان جلوسوں میں دیکھا جا سکتا ہے، انھیں دیکھ کر کہیں سے محسوس نہیں ہوتا کہ یہ مسلمان ہیں۔ ایسے لوگوں کو بھی اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔ بہر حال ہر مسلمان کو اپنی دنیا کے ساتھ اپنی آخرت کے بارے بھی سوچنا چاہیے، دنیاوی مقام و منصب حاصل کرنے کے چکر میں آخرت کو تباہ و برباد اور اپنے ایمان و عقیدے کا سودا ہر گز نہیں کرنا چاہیے، ایک مسلمان کو جہاں سچا مسلمان بننے کی ضرورت ہے وہیں اسے ایک اچھا شہری، ملک کا وفادار، ملک کے آئین اور قوانین کا محافظ اور ملک کے جمہوری اقدار و روایات کا پاس دار بھی ہونا چاہیے، اپنے کسی بھی عمل سے اپنی قوم، اپنے دین اور اپنی تہذیب و ثقافت کو بدنام کرنا دانش مندی نہیں ہے، ہمارے لیے یہ کس قدر شرم و عار کی بات ہے کہ ہمارے سماج کے ساٹھ سالہ باریش بزرگ جنہیں اپنے سفر آخرت کی تیاری میں مصروف نظر آنا چاہیے وہ بھی الیکشن کے میدان کارزار میں خون میں لت پت نظر آتے ہیں، چہرے پر داڑھی سجا کر ٹوپی کر تا زیب تن کرنے والے جن مذہبی شخصیتوں کو امن و آشتی کا پیغام دینا چاہیے وہ بھی حزب مخالف کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے بے خطر میدان جنگ میں کود پڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو عقل و شعور اور دینی و سیاسی بصیرت عطا فرمائے۔

☆☆☆

غرور و تکبر کا انجام: قرآن کریم کی روشنی میں

مولانا محمد شارب ضیا مصباحی: رکن آئینۂ ہند اکیڈمی، اتر دیناج پور، بنگال

تکبر کے معنی ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا یا اپنی بڑائی کا اظہار کرنا۔ تکبر در حقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک طرح کا تقابل ہے۔ تکبر شیطانی و فرعونی عمل کا نام ہے۔ اس لیے کہ سب سے پہلے شیطان نے تکبر کی تھی، جب خداے وحدہ لاشریک نے اسے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تھا تو اس نے تکبر کیا تھا، اس کی پوری تفصیل اللہ عزوجل نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝ [الاعراف/۱۲]

ترجمہ: فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا، بولا: میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔ [کنز الایمان]

صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

اس سے ابلیس کی مراد یہ تھی کہ آگ مٹی سے افضل و اعلیٰ ہے تو جس کی اصل آگ ہوگی وہ اس سے افضل ہوگا جس کی اصل مٹی ہو۔ اور اس خبیث کا یہ خیال غلط و باطل ہے کیوں کہ افضل وہ ہے جسے مالک و مولیٰ فضیلت دے، فضیلت کا دار و مدار اصل و جوہر پر نہیں بلکہ مالک کی اطاعت و فرماں برداری پر ہے۔ اور آگ کا مٹی سے افضل ہونا یہ بھی صحیح نہیں، کیوں کہ آگ میں طیش و تیزی اور ترفع ہے، یہ سبب استکبار کا ہوتا ہے۔ اور مٹی سے وقار، حلم و حیا اور صبر حاصل ہوتے ہیں۔ مٹی سے ملک آباد ہوتے ہیں، آگ سے ہلاک۔ مٹی امانت دار ہے، جو چیز اس میں رکھی جائے اس کو محفوظ رکھے اور بڑھائے۔ آگ فنا کر دیتی ہے باوجود اس کے لطف یہ ہے کہ مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے اور آگ مٹی کو فنا نہیں کر سکتی۔ علاوہ بریں حماقت و شقاوت ابلیس کی یہ ہے کہ اس نے نص کے موجود ہوتے ہوئے اس کے مقابل قیاس کیا جو مردود عمل ہے۔

اور تکبر کو فرعونی عمل بتاتے ہوئے اللہ عزوجل نے قرآن مقدس میں تکبر کی مذمت ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىٕفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ یَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ [القصص/۴]

ترجمہ: بے شک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا اور اس کے لوگوں کو اپنا تابع بنایا ان میں ایک گروہ کو کمزور دیکھتا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا بے شک وہ فسادی تھا۔ [کنز الایمان]

اس آیت پاک کے تحت صدر الافاضل محدث مرادآبادی فرماتے ہیں:

سرزمین مصر میں جب فرعون کا تسلط تھا تو ظلم و تکبر میں انتہا کو پہنچ گیا تھا حتی کہ اس نے اپنی عبدیت اور بندہ ہونا بھلا دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ رب العزت نے اسے ذلت و رسوائی کے انتہا کو پہنچا دیا۔

نیز قرآن مجید میں کئی اور مقامات پر تکبر کرنے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

اللہ کریم کا ارشاد پاک ہے:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ [الاعراف/۱۴۶]

ترجمہ: اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین

میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔[کنزالایمان]

اس آیت پاک کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جو لوگ میرے بندوں پر تجبر و تکبر کرتے ہیں اور میرے اولیا سے لڑتے ہیں میں انہیں اپنی آیتوں کے قبول اور تصدیق سے پھیر دوں گا تاکہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں۔ یہ ان کے عناد کی سزا ہے کہ انہیں ہدایت سے محروم کیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت پاک کے اخیر میں بیان فرمایا ہے:

وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ [ایضا]۔

ترجمہ: اور وہ لوگ سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں، یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر ہے۔

مزید ایک اور مقام پر اللہ جل شانہ نے تکبر کی مذمت یوں بیان فرمائی ہے:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ [المومن/۳۵]

ترجمہ: اللہ یونہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر [کنزالایمان]

نیز کئی مقامات پر اللہ کریم کا یہ ارشاد پاک موجود ہے:

فَادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ [النحل/۲۹]

ترجمہ: اب جہنم کے دروازوں میں جاؤ کہ ہمیشہ اس میں رہو تو کیا ہی برا ٹھکانہ مغروروں کا۔[کنزالایمان]

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر أكبه الله على وجهه في النار۔

ترجمہ: جس شخص کے دل میں دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا اللہ تعالیٰ اسے اوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔[مسند امام احمد بن حنبل، ج۲، ص۲۱۵، حدیث ۷۰۱۵]

اور ایک مقام پر سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:

ان أهل النار كل جعظري جواظ مستكبر جماع مناع وأهل الجنة الضعفاء المغلوبون۔

ترجمہ: وہ تمام لوگ دوزخی ہے جو سخت مزاج متکبر خوب جمع کرنے والے اور خرچ نہ کرنے والے ہیں اور جنتی لوگ کمزور اور مغلوب لوگ ہوں گے۔[مسند امام احمد بن حنبل]

سبق: تکبر انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں تباہی کے دہانے پر پہنچانے والا مرض ہے۔ جس کے اندر تکبر کی علامتیں ظاہر ہو جائیں اس پر اس کا علاج فرض ہو جاتا ہے۔ تکبر کے علاج کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو پہنچانے اور اپنی ذات میں غور کرے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ انسان کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے:

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ [سورہ عبس، ۱۷تا۲۱]

ترجمہ: آدمی مارا جائیو کیا ناشکر ہے اسے کاہے سے بنایا، پانی کی بوند سے اسے پیدا فرمایا، پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا پھر اسے راستہ آسان کیا، پھر اسے موت دی، پھر قبر میں رکھوایا۔[کنزالایمان]

اور سورۂ دہر میں ہے:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۔[الدہر/۱]

ترجمہ: بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔[سورہ دہر، ۱]

ان آیات کا مفہوم ہے کہ انسان ایک نطفۂ پلید ہے جسے اللہ نے صورت بخشی اور خوبی عطا فرمائی تو کیوں کر اس کے لیے مناسب ہو گا کہ اللہ کی کسی مخلوق کے سامنے اپنی بڑائی بیان کرے اور تکبر کرے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس بلائے عظیم سے محفوظ فرمائے۔

•••

ضیاے حدیث

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

مولانا محمد سبحان رضا مصباحی: رکن آئینۂ ہند اکیڈمی، اتر دیناج پور، بنگال

دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ سرکار دوعالم ﷺ سے محبت ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔

حدیث پاک ہے:

"عن انس قال قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔[بخاری، کتاب الایمان، رقم:۱۵]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

حدیث مذکور میں لفظ "لا" سے کمال ایمان کی نفی کی گئی ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

محبت کے اقسام:

"احب" محبت سے اسم تفضیل ہے اور محبت کسی کی جانب قلب کے میلان اور جھکاؤ کو کہتے ہیں۔ محبت کی دو قسمیں ہیں: پہلی، محبت فطری یا محبت طبعی ہے جس میں انسان کو کسی شخص سے طبیعت اور فطرت کے تقاضے سے محبت ہوتی ہے، اس میں اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا، جیسے ماں کو اپنے بچوں سے یا بچوں کو اپنی ماں سے جو محبت ہوتی ہے وہ طبعی، فطری اور جبلی محبت ہے، قادر مطلق نے پیدائشی طور پر یہ محبت ان کے دلوں میں ڈال دی ہے۔

دوسری محبت عقلی واختیاری ہے کہ انسان اپنی عقل اور اختیار سے کسی سے محبت کرے جیسے مریض کا دوائیوں سے محبت کرنا محبت عقلی واختیاری ہے۔ حدیث میں اگر محبت سے محبت عقلی مراد لی جائے تو پھر لفظ "لا" سے اصل ایمان کی نفی ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

حب عقلی کے اسباب:

کسی سے محبت کرنے کے تین اسباب ہوسکتے ہیں۔

[۱]حسن وجمال

[۲]جودونوال

[۳]فضل وکمال

نبی پاک ﷺ کی ذات اقدس میں یہ تینوں اسباب بدرجہ اتم واکمل موجود ہیں۔

حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ بارگاہ رسالت میں یوں عرض کرتے ہیں:

واجمل منک لم ترقط عینی
واکمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرء من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالی علیہ عرض کرتے ہیں:

منزہ عن شریك فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

حضور ﷺ اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں۔ حضور میں ایسا جوہر حسن ہے جو قابل تقسیم نہیں۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

آنحضرت مرآت جمال وکمال اوست۔

ترجمہ: حضور ﷺ اللہ عزوجل کے جمال وکمال کا آئینہ ہیں۔

امام اہل سنت محدث بریلوی یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

وہ کمال حس حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

مسلم شریف میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے:

عن انس قال قال رسول الله ﷺ لا يؤمن عبد حتى اكون احب اليه من اهله و ماله والناس اجمعين رواه مسلم۔

ترجمہ: کوئی بندہ مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل، مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔[مسلم، رقم الحدیث:۱۷۷]

عن انس عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه مايحب لنفسه [صحیح بخاری، کتاب الایمان، حدیث:۱۳]

ترجمہ: تم میں سے کوئی مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے مومن بھائی بھی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرلے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

تشریح: حدیث مذکور میں بھی "لا" سے بالاتفاق کمال ایمان کی نفی ہے نہ کہ اصل ایمان کی اور محبت سے مراد پسندیدگی ہے اور مطلب یہ ہے کہ کامل مومن وہ ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

ایک دوسری حدیث پاک میں اسی مضمون کو قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

عن معاذ بن جبل انه سأل النبى صلى الله عليه وسلم عن افضل الايمان قال ان تحب وتبغض لله وتعمل لسانك فى ذكر الله قال وما ذا يارسول الله قال وان تحب للناس ما تحب لنفسك وتكره لهم ما تكره لنفسك.

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے کامل ایمان کے متعلق پوچھا حضور نے فرمایا: کامل ایمان یہ ہے تم اللہ کے لیے محبت وعداوت کرو اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھو، عرض کیا اور کیا یارسول اللہ؟ فرمایا: لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور ان کے لیے وہ ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔[مسند احمد، رقم:۲۲۱۸۳]

امام شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محبت کی انتہا یہ ہے کہ بندہ محبوب کی خواہش کو اپنی خواہش پر ترجیح دے۔[ارشاد الساری، ج۱، ص۱۶۴، تحت الحدیث:۱۴]

حضرت ابو عبداللہ قُرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حقیقی محبت یہ ہوتی ہے کہ مُحِب اپنا سب کچھ محبوب کو پیش کردے اور اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھے۔

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محبت کو اس لیے محبت کہتے ہیں کہ یہ محبوب کے علاوہ دل سے ہر چیز کو مٹادیتی ہے۔[رسالہ قشیریہ، ص:۳۵۱]

حاصل یہ کہ بندے کی اختیاری محبت سب سے زیادہ رسول کائنات کے لیے ہونی چاہیے، وہ ہر موقع پر رسول کائنات ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت کے لیے اپنی جان ومال کی قربانی کی خاطر تیار رہے، اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اپنے آقا ﷺ محبوب رکھے، یہی محبت کی نشانی ہے اور یہی ایمان کا تقاضا ہے، اس کے بغیر کوئی بھی مسلمان کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

•••

اپنے سوالات درج ذیل واٹسپ نمبر یا ای میل آئی ڈی پر بھیج سکتے ہیں:
8953078321/9473927746/Paighamemustafa2018@gmail.com

"ہر فن مولا" بولنا کیسا ہے؟"

حضور والا سے گزارش ہے کہ ایک مسئلہ کی وضاحت فرمادیں، تاکہ مجھے اور میرے کچھ مدنی بھائیوں کو شرعی رہنمائی مل جائے۔ کچھ لوگ کسی کی تعریف کے طور پر کبھی کبھی یہ کہتے ہیں کہ "تم تو ہر فن مولیٰ ہو، کیا اس طرح بولنا صحیح ہے؟

سائل: محمد تاج رضا عطاری، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجـــــــــــــواب:

"ہر فن مولا" کے معنی ہیں: ہر کام میں درک رکھنے والا، سب باتوں میں کامل، ہر کام کا جاننے والا، جیسا کہ فیروز اللغات، فرہنگ آصفیہ اور نور اللغات جیسی اردو لغت کی معتبر کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے، اور جب کوئی شخص کسی کے لیے یہ جملہ استعمال کرتا ہے تو عرف میں عموماً یہی معانی مراد ہوتے ہیں۔ "مولیٰ" اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے بھی ہے مگر یہ اس کے ساتھ خاص نہیں۔ اور جس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہ ہو اس کا استعمال مخلوق کے لیے بھی جائز ہے۔ اس لیے صورت مسئولہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ جو شخص تمام یا اکثر ضروری امور کی خاصی معلومات رکھتا ہو اور ان میں کامل اور ماہر ہو اس کے لیے یہ جملہ استعمال کیا جاسکتا ہے یا اگر مبالغہ مقصود ہو تو بھی جائز ہے، مگر بہتر احتراز ہی ہے کہ اس طرح کے جملہ سے عموماً نفس موٹا ہو جاتا ہے۔

مبالغہ کے جواز کے تعلق سے صحیح مسلم میں یہ حدیث پاک موجود ہے:

عن فاطمة بنت قيس قالت: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلاَ يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ [صحیح مسلم، ج: ۴، ص: ۱۹۵، حدیث: ۳۷۷۰/جامع ترمذی، ج: ۳، ص: ۴۰۴، حدیث: ۱۱۳۴/صحیح ابن حبان، ج: ۱۰، ص: ۱۲۵، حدیث: ۴۲۹۰/سنن دارمی، ج: ۲، ص: ۱۸۲، حدیث: ۲۱۷۷/مسند احمد بن حنبل، ج: ۶، ص: ۴۱۲، حدیث: ۲۷۳۶۸]

ردالمحتار میں ہے:

"وليس من الكذب ما اعتيد من المبالغة كجئتك الف مرة، لأن المراد تفهيم المبالغة لا المرات، فان لم يكن جاء الا مرة واحدة فهو كاذب و يدل لجواز المبالغة الحديث الصحيح "واما ابو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه" [ردالمحتار، ج: ۹، ص: ۵۲۵، کتاب الحظر والاباحۃ، آخر فصل فی البیع]

فتاویٰ مصطفویہ میں ہے:
بعض اسمائے الٰہیہ جو اللہ عزوجل کے لیے مخصوص ہیں جیسے اللہ، قدوس، رحمٰن، قیوم وغیرہ۔ان کا اطلاق غیر پر کفر ہے، ان اسما کا نہیں جو اس کے ساتھ مخصوص نہیں جیسے عزیز، رحیم، کریم، عظیم، علیم، حی وغیرہ۔"[فتاویٰ مصطفویہ، ص:۹۰، کتاب الایمان] واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد عارف حسین القادری المصباحی
۲۳/ جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۴۴ھ

دھوپ اور سائے میں رہنا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ انسان کو مکمل طور پر سائے میں رہنا چاہیے یا دھوپ میں رہنا چاہیے، جسم کا کچھ حصہ سائے میں رکھنا اور کچھ دھوپ میں رکھنا منع ہے۔ حضرت سے گزارش ہے کہ کیا واقعی شریعت میں اس طرح بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔ دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: محمد عبدالرحمٰن، حاج منو، کان پور، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجـــــــــــــــــــــــــــواب:

بیٹھنے کے آداب میں سے یہ ہے کہ انسان کا پورا جسم دھوپ میں رہے یا پورا جسم سائے میں۔ جسم کے کچھ اعضا کو دھوپ میں رکھنا اور کچھ کو سائے میں رکھنا ادب کے خلاف ہے، متعدّد کتب حدیث وفقہ میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس طرز کا بیٹھنا جسم کے لیے ضرر رساں اور مزاج انسانی کے لیے نقصان دہ ہے، اس کی وجہ سے طبیعت ومزاج میں فساد و بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ ارشاد مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ -صلى الله عليه وسلم- « إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الشَّمْسِ ». وَقَالَ مَخْلَدٌ « فِي الْفَيْءِ ». « فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ وَصَارَ بَعْضُهُ فِي الشَّمْسِ وَبَعْضُهُ فِي الظِّلِّ فَلْيَقُمْ »[سنن ابی داؤد، ج:۴، ص:۴۰۵، کتاب الأدب، باب: ۱۵، حدیث: ۴۸۲۳/ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج: ۳، ص: ۲۳۶، باب: ۴۸، حدیث: ۶۱۳۲/کنز العمال للمتقی، ج:۹، ص: ۱۳۴، حدیث: ۲۵۳۹۹]۔

امام حافظ زین الدین عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا:

فلیتحول الی الظل ندبا لأن القعود بین الظل والشمس مضر بالبدن ومفسد للمزاج"[التیسیر شرح جامع صغیر، ج:۱، ص:۲۴۶، حرف الھمزۃ]۔

فیض القدیر میں ہے:

لأن الجلوس بين الظل والشمس مضر بالبدن اذ الانسان اذا قعد ذلك المقعد، فسد مزاجه لاختلاف حال البدن من المؤثرين المتضادين[فیض القدیر، ج:۱، ص:۵۴۴] واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد عارف حسین القادری المصباحی
۲۳/ جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۴۴ھ

مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی: رکن آئینہ ہند اکیڈمی، اتر دیناج پور، بنگال

شہید کی نماز جنازہ کا حکم:

شہید کی دو قسم ہیں، شہید فقہی اور شہید حکمی۔ حکمی شہادت میں شہادت کا ثواب تو ملتا ہے مگر شہید کے شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں احادیث کریمہ میں شہادت کی بشارت آئی ہے، رد المحتار اور دیگر کتب فقہ میں ایسے لوگوں کی ایک طویل فہرست ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

جو بخار میں مرے، جو مال یا جان یا اہل یا کسی حق کے بچانے میں قتل کر دیا جائے، جسے کسی درندہ نے پھاڑ کھایا ہو، جو کسی موذی جانور کے کاٹنے سے مرے، جو علم دین کی طلب میں مرے، جو با طہارت سویے اور مرجائے، جو سچے دل سے یہ سوال کرے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سو بار درود شریف پڑھے۔ حکمی شہید کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ شہید فقہی اس مسلمان عاقل بالغ طاہر کو کہتے ہیں جو بطور ظلم کسی آلۂ جارحہ سے قتل کیا گیا اور نفس قتل سے مال نہ واجب ہوا ہو اور دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو۔ اس کے بارے میں علما و فقہا کے درمیان قدرے اختلاف ہے۔ اس بارے میں حنفی مذہب یہ ہے کہ غسل نہ دیا جائے، ویسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے تاہم اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

امام ابو بکر بن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے یہ ہے کہ شہید فقہی کو نہ غسل دیا جائے اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے بلکہ ویسے ہی خون آلود کپڑوں میں بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کر دیا جائے۔ دلیل کے طور پر امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں اور اس کے بعد امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کے صراحتاً مذہب حنفی کا رد کیا ہے، سب سے پہلے وہ حدیثیں ملاحظہ کریں پھر ان شاء اللہ الرحمٰن ان احادیث کریمہ کی توجیہات اور مذہب حنفی کے دلائل و شواہد پیش کیے جائیں گے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ ، عَنْ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ ؛ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ، وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا.

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ، مَرَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِحَمْزَةَ وَقَدْ جُدِعَ وَمُثِّلَ بِهِ، فَقَالَ : لَوْلاَ أَنْ تَجِدَ صَفِيَّةُ لَتَرَكْتُهُ حَتَّى يَحْشُرَهُ اللَّهُ مِنْ بُطُونِ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الشُّهَدَاءِ، وَقَالَ : أَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمَ الْيَوْمَ. وَذُكِرَ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ قَالَ : يُصَلِّي عَلَى الشَّهِيدِ. [مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۱۴، ص:۲۱۶، حدیث:۳۷۶۱۰، ۳۷۶۱۱]

مذہب حنفی کی دلیلیں:

صحیح بخاری میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- صَلَّى عَلَيْهِمْ وَدَفَنَهُمْ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن فرمایا۔ [ج:۱، ص:۱۸، حدیث:۸۲]

عَنْ عَطَاءٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّى عَلَى قَتْلَى بَدْرٍ۔

ترجمہ: حضرت عطا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہداے بدر کی نماز جنازہ پڑھے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۶، ص:۴۴۸، حدیث:۳۲۸۲۴/ مصنف عبدالرزاق، ج:۳، ص:۵۴۲، حدیث:۶۶۳۷]

صحیح بخاری میں ہے:

عن عقبة بن عامر قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على قتلى أحد بعد ثماني سنين۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ آٹھ سال کے بعد شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھے۔ [ج:۴، ص:۱۴۸۶، حدیث:۳۸۱۶، باب غزوۃ احد/صحیح مسلم، ج:۷، ص:۶۷، حدیث:۶۱۱۷/ سنن ابی داؤد، ج:۳، ص:۲۰۹، حدیث:۳۲۲۶]

اشکال:

اگر کوئی میت نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا جائے تو حنفی مذہب میں حکم یہ ہے کہ جب تک میت کے گلنے اور پھٹنے کا غالب گمان نہ ہو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ میت کے گلنے اور پھٹنے کی کوئی مدت حتمی طور پر متعیّن نہیں کی گئی، موسم کے سرد و گرم، میت کی جسامت اور زمین کی ساخت کے اعتبار سے مختلف علاقوں میں مختلف مدت ہو سکتی ہے، ویسے معتدل علاقوں میں کچھ فقہا نے اس کی تحدید تین دن سے کی ہے۔ جیسا کہ رد المحتار وغیرہ فقہی کتب و اسفار میں مصرح ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر آٹھ سال کے بعد شہداے احد کی نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی؟

حل اشکال:

ماسبق کی گفتگو میں یہ واضح کر دیا گیا کہ جب تک میت کے گلنے اور پھٹنے کا غالب گمان نہ ہو تب تک اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اگر میت کے بارے میں یقین یا غالب گمان ہو کہ اس کا جسم گلنے پھٹنے سے محفوظ ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور چوں کہ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کو ان کے اجساد طیبہ کی صحت و سلامتی کا علم تھا اس لیے حضور ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

بحر الرائق میں ہے:

وَقِيلَ إِنَّهُمْ لم تَتَفَرَّقْ أَعْضَاؤُهُمْ فإن معاوية لَمَّا أَرَادَ أَنْ يُحَوِّلَهُمْ وجدهم كما دُفِنُوا فَتَرَكَهُمْ كَذَا فِي الْبَدَائِعِ۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے جسم صحیح، سالم تھے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ نے ان کی جگہ بدلنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں اسی حالت میں پایا جس حالت میں دفن کیے گئے تھے، اس لیے وہ چھوڑ دیے، ایسا ہی بدائع میں ہے۔ [بحر الرائق ج:۲، ص:۱۹۷، ۱۹۶، کتاب الجنائز]

ایسا ہی عنایہ، ج:۲، ص:۴۸۹، فصل فی الصلاۃ علی المیت، مبسوط سرخسی، ج:۲، ص:۱۲۴، بدائع الصنائع، ج:۱، ص:۳۱۵، میں ہے۔

رُوِيَ أَنَّهُ صلى الله عليه وسلم أَعْطَى أَعْرَابِيًّا نَصِيبَهُ وقال قَسَمْتُهُ لَكَ فقال ما على هذا اتَّبَعْتُكَ وَلَكِنْ اتَّبَعْتُكَ على أَنْ أُرْمَى هَاهُنَا وَأَشَارَ إلَى حَلْقِهِ فَأَمُوتَ وَأَدْخُلَ الْجَنَّةَ ثُمَّ أُتِيَ بِالرَّجُلِ فَأَصَابَهُ سَهْمٌ حَيْثُ أَشَارَ وَكُفِّنَ فی جُبَّةِ النبی صلی اللّٰهُ علیه وسلم فَصَلَّى علیه۔

یعنی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک اعرابی کو اس کا حصہ عطا فرمایا تو اس نے عرض کیا: حضور میں نے اس کے لیے آپ کا اتباع نہیں کیا ہے [جنگ میں شرکت نہیں کی ہے] پھر حلق کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میرا مقصود تو یہ ہے کہ مجھے یہاں تیر مارا جائے، میں شہید ہو جاؤں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔ کچھ دیر بعد اس شخص کی نعش لائی گئی تو پتہ چلا کہ اسے اسی جگہ پر تیر لگی تھی جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا، کفن میں حضور ﷺ کا جبہ شریف دیا گیا پھر حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ [تبیین الحقائق، ج:۱، ص:۲۴۸، باب الشہید]

مراقی الفلاح میں ہے:

وصلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلی بدر

ترجمہ: نبی ﷺ شہداے بدر کی نماز جنازہ پڑھے۔
[ج:۱،ص:۲۳۵،باب احکام الشہید]

جوہرہ نیرہ میں ہے:

وَلَنَا مَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى عَلَى شُهَدَاءِ أُحُدٍ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا عَلَى مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلِأَنَّ الصَّلَاةَ عَلَى الْمَيِّتِ لِإِظْهَارِ كَرَامَتِهِ وَالشَّهِيدُ أَوْلَى بِهَا وَالطَّاهِرُ عَنِ الذُّنُوبِ لَا يَسْتَغْنِي عَنِ الدُّعَاءِ كَالنَّبِيِّ وَالصَّبِيِّ وَأَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ الشَّهِيدَ حَيٌّ قُلْنَا هُوَ حَيٌّ فِي أَحْكَامِ الْآخِرَةِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَأَمَّا فِي أَحْكَامِ الدُّنْيَا فَهُوَ مَيِّتٌ حَتَّى أَنَّهُ يُورَثُ مَالُهُ وَتَتَزَوَّجُ امْرَأَتُهُ. [ج:۱،ص:۴۳۳،باب الشہید]

یعنی ہماری یہ دلیلیں ہیں:

مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ شہداے احد کی نماز جنازہ پڑھی اور ارشاد فرمایا کہ ہر کلمہ گو کی نماز جنازہ پڑھو۔ جب کہ وہ کسی امر ضروری دینی کا منکر نہ ہو۔

نماز جنازہ سے میت کا اعزاز واکرام ظاہر ہوتا ہے اور شہید اس کا زیادہ حق دار ہے۔ شہید اگر چہ شہادت کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے مگر اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ وہ دعا سے بھی مستغنی ہو جاتا ہے، نبی تو معصوم ہوتے ہیں، نابالغ بچہ بے گناہ ہوتا ہے مگر پھر بھی ان کے حق میں دعا کی جاتی ہے۔ یہ اعتراض کہ شہید زندہ ہوتا ہے اور نماز جنازہ تو مردہ کی ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ احکام آخرت میں شہید زندہ ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں آیا ہے "بلکہ شہدا اپنے رب کے پاس زندہ ہیں،، لیکن دنیوی احکام میں میت ہیں، اسی لیے تو ان کے مال میں وراثت جاری ہوتی ہے اور ان کی بیوی بعد انقضاے عدت نکاح کر سکتی ہے۔

عنایہ میں ہے:

الصَّلَاةُ عَلَى الْمَيِّتِ لِإِظْهَارِ كَرَامَتِهِ، وَالشَّهِيدُ أَوْلَى بِهَا [ج:۳،ص:۲۴،باب الشہید]

فتاویٰ حجۃ میں ہے:

وقال محمد بن الحسن سبحان اللہ العظیم و کیف تترک الصلاۃ علی الشہید وقد جاءت الاثار المعروفۃ المشھورۃ التی لا خلاف فیھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی شھداء احد فصلی یومئذ علی حمزۃ بن عبد المطلب سبعین صلاۃ وذلک انہ صلی علی حمزۃ ثم کان یؤتی بالرجل منھم فیوضع مع حمزۃ فیصلی علیھما حتی صلی علیھم جمیعا وصلی علی حمزۃ سبعین صلاۃ ما کنت اظن ان بین الناس فی ھذا اختلاف [ج:۱،ص:۳۵۹]

اشکال اور اس کا حل:

فتاویٰ حجہ کی درج بالا عبارت سے صریح طور پر یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نماز جنازہ پڑھی گئی، جب کہ حنفی مذہب میں نماز جنازہ میں تکرار ناجائز ہے۔ اس کے متعدد جوابات ہیں۔

اتنا تو حق ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شہداے احد کی نماز جنازہ پڑھی ہے مگر حضرت حمزہ کی ستر بار نماز جنازہ کی روایت پر محدثین کرام کو سخت کلام ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اُس کی خود حالت یہ کہ اس کی کوئی سند مسند مقال سے خالی نہیں اور متن بشدت مضطرب اگر اس کی تفصیل کیجیے ایک رسالہ مستقل ہوتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۹، ص ۵۸، رسالہ النہی الحاجز۔

یہ بھی احتمال ہے کہ یہ خصوصیات سے ہے۔ شرح موطاے امام مالک میں ہے:

والدلیل علی الخصوصیت ما زاد مسلم [فذکرہ قال] وھذا لا یتحقق فی غیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ترجمہ: خصوصیت کی دلیل وُہ ہے جو مسلم نے مزید روایت

کیا[اس کے بعد حدیث مذکور بیان کی پھر کہا] اور یہ بات حضور ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے میں محقق نہیں۔ [شرح الزرقانی علی موطاالامام مالک، ج:۲،ص: ۶۰ ، لاتکبیر علی الجنائز، التجاریۃ الکبریٰ مصر]

لمعات التنقیح میں ہے:

كان ذلك من خصائصه -صلى الله عليه وسلم-، حتى ذهب بعض العلماء أن الصلاة على القبر مطلقًا من خصائص النبوة كما يفهم من قوله: إن الله ينورها لهم بصلاتي عليهم [ج:۴،ص:۱۳۸،حدیث:۱۶۵۹]

یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ شہداے احد میں سے ایک ایک کی نعش حضور ﷺ کے سامنے لائی جاتی، حضور نماز جنازہ پڑھتے پھر وہ نعش وہاں سے ہٹائی جاتی مگر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک سامنے سے ہٹائی نہ گئی بلکہ وہ سامنے رکھی ہوئی تھی توراوی کو یہ گمان ہوا کہ ہر باران کی بھی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ یہ جواب مبسوط سرخسی میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

وتأويله أنه كان موضوعا بين يديه فيؤتى بواحد واحد فيصلي عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فظن الراوي أنه صلى على حمزة في كل مرة فقال صلى عليه سبعين صلاة. [مبسوط سرخسی، ج:۲،ص:۸۹]

ایساہی بدائع الصنائع، ج:۱، ص:۳۲۵میں ہے۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ کی مستدل بہ حدیث کے جوابات:

مبسوط سرخسی میں ہے:

وحديث جابر رضي الله تعالى عنه ليس بقوي. وقيل: إنه كان يومئذ مشغولا فقد قتل أبوه وأخوه وخاله فرجع إلى المدينة ليدبر كيف يحملهم إلى المدينة فلم يك حاضرا حين صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم عليهم، فلهذا روى ما روى ومن شاهد النبي صلى الله عليه وسلم، فقد روى أنه صلى عليهم۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث قوی نہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت جابر کے والد گرامی، بھائی اور ماموں شہید کردیے گئے تھے اس لیے وہ مدینہ آگیے تھے اور ان نعشوں کو مدینہ لانے کی تدبیر کے بارے میں غور وفکر کر رہے تھے، جب حضور ﷺ شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھ رہے تھے اس وقت یہ حاضر نہیں تھے اس لیے انہوں نے یہ روایت کردی مگر جنہوں نے اس منظر کا مشاہدہ کیا تھا انہوں نے یہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔[ج:۲،ص:۸۹]

ایساہی بدائع الصنائع، ج:۱،ص:۳۲۵،بحث:حکم الشہادۃ فی الدنیا، تبیین الحقائق، ج:۱،ص:۲۴۸، باب الشہید میں ہے۔

بذل المجہود میں ہے:

وما روى عن جابر -رضي الله عنه- فغير صحيح.

حضرت جابر کی روایت صحیح نہیں۔[ج:۱۰،ص:۴۰۸، باب فی الشہید یغسل]

ترجیحات:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے شہید کی نماز جنازہ کی نفی ہوتی ہے جب کہ احناف کی متدل بہ احادیث کریمہ سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ متفق علیہ ضابطہ ہے کہ اثبات نفی سے اولیٰ ہوتا ہے۔

احناف کی متدل بہ احادیث اصول کے موافق ہیں جب کہ امام ابو بکر بن ابی شیبہ کی متدل بہ احادیث مخالف ہیں، اور موافقت والی حدیثوں پر عمل اولیٰ ہوتا ہے۔

اگر شہید کی نماز جنازہ مشروع نہ ہوتی تو حضور ﷺ اس پر تنبیہ فرمادیتے اور سقوط کی علت بھی بتادیتے جیساکہ ترک غسل اور اس کی علت واضح فرمائے ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ شہید کی نماز جنازہ مشروع ہے۔

صریح حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے شہداے احد کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور اس کے معارض و مخالف کوئی حدیث نہیں۔

(بقیہ صفحہ 49 پر)

تحصیل صدقات: شرعی احتیاط اور تقاضے

مفتی عثمان غنی اشک مصباحی، ٹھوٹھی پاکھر، اتر دیناج پور، بنگال

رحمت وبرکت اور عفو وبخشش کا ماہ ذیشان رمضان المبارک ہر سال اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ تشریف لاتا ہے، نیکیوں کا یہ موسم بہاراں اپنی بہاریں لٹاتا ہے- سحری وافطاری کا پاکیزہ سماں، تراویح اور روزوں کی بہار، تلاوت قرآن، ذکرو درود اور تسبیح وتہلیل کا حسین منظر ماہ صیام ہی کا خصوصی فیضان ہے ۔

جہاں مسلمانان عالم اس ماہ غفران میں قولی اور فعلی عبادتوں کا بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ اہتمام کرتے ہیں وہیں اس ماہ خیر میں اہل ثروت اور رؤسا حضرات اخلاص قلب کے ساتھ اپنے اَموال کی زکات بھی نکالتے ہیں اور خوب نفلی صدقات وعطیات بھی دیتے ہیں۔

اس لیے محصلین اور سفرا حضرات بھی موقع غنیمت کو غنیمت سمجھتے ہوئے مدارس اسلامیہ کی تعمیر وترقی، فروغ وبقا اور علوم شریعت کی ترویج واشاعت کے لیے اس موسم بہار میں صدقات وعطیات کی تحصیل کے لیے ملک کے طول وعرض میں پھیل جاتے ہیں اور انتہائی محنت ولگن سے صدقات وعطیات وصول کرتے ہیں۔

یقیناً دین کی سربلندی اور علوم اسلامیہ کی نشرواشاعت کے لیے خالصۃ لوجہ اللہ عطیات اکٹھا کرنا سنت رسول بھی ہے اور کار ثواب بھی ، لیکن اس طرح کے مخلص سفرا اقل قلیل ہیں ،عام طور سے ملک ہندوستان میں سفرائے مدارس کمیشن پر صدقات وعطیات کی وصولی کرتے ہیں جس کو فقہاے اسلام نے بربنائے حاجت جائز ومباح رکھاہے تاکہ دین وسنت اور علوم دینیہ کے مراکز مدارس اسلامیہ کا دروازہ مقفل نہ ہو ورنہ اصل مذہب کی رو سے کمیشن پر صدقات وعطیات کی تحصیل ناجائز وگناہ ہے ۔

کمیشن پر تحصیل صدقات کا عقد، عقد اجارہ علی العمل ہے:

ادارے اور سفرا کے درمیان کمیشن پر تحصیل صدقات کا معاہدہ از روے شرع عقد اجارہ اور اجارہ علی العمل ہے اور اس قسم کے سفرا اجیر مشترک ہوتے ہیں اس لیے ایسے سفرا کے لیے اجارہ اور اجیر مشترک کے احکام ومسائل کا سیکھنا فرض ہے ، جیساکہ فقیہ اسلام امام اہل سنت علیہ الرحمۃ الرضوان فرماتے ہیں : ہر شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انھیں میں سے مسائل حلال وحرام کہ ہر فرد بشران کا محتاج ہے ۔

لہذا سفرائے مدارس پر لازم ہے کہ وہ اجارہ، اجیر مشترک، وقف وچندہ، امانت، غصب وتاوان اور خیانت کے ضروری مسائل سے آگاہی حاصل کریں،اس کے بعد ہی اس کام کے لیے کمر ہمت باندھیں ورنہ لاعلمی میں محذور شرعی کا مرتکب ہوکر حق اللہ اور حق العبد کی پامالی کے گناہ عظیم میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

مذکورہ ابواب فقہیہ کے ضروری مسائل واحکام سے واقفیت کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا:

① **تحصیل صدقات پر کمیشن کا حکم** [محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین مصباحی صاحب دام ظلہ]

② **چندہ کے بارے میں سوال جواب** [امیر اہل سنت مولانا الیاس عطار قادری دامت برکاتہ]

③ **چندہ کرنے کی شرعی و تنظیمی احتیاطیں** [پیشکش المدینۃ العلمیہ]

④ **بہار شریعت جلد دوم، دسواں حصہ، وقف کا بیان** [دعوت اسلامی]

⑤ **بہار شریعت جلد سوم چودھواں حصہ،اجارہ کا بیان** [دعوت اسلامی]

⑥ **فتاوی رضویہ ، سولھویں جلد ،کتاب الوقف اور مصارف وقف کا بیان** [رضا فاؤنڈیشن]

صدقات وعطیات کے مدات:

عام طور سے صدقات و عطیات کی وصولی تین مدات میں ہوتی ہیں:

❶ مدات واجبہ جیسے زکات، عشر، صدقۂ فطر، فدیہ نمازو روزہ، کفارہ قسم وغیرہ۔

❷ مدات مخصوصہ جیسے تعمیر مساجد و مدارس وغیرہ

❸ مدات نافلہ مطلقہ جیسے ہر نیک وجائز کام میں خرچ کرنے کی نیت سے پیش کی جانے والی رقومات۔

شرعی احتیاطیں اور تقاضے:

❶ تینوں مدات کا حساب وکتاب اور ریکارڈ و رقوم الگ الگ رکھاجائے تاکہ آپس میں ان مدات کے مخلوط ہونے کا اندیشہ نہ رہے

❷ مدات مخصوصہ کی تفصیلات بھی تحریر کرلیاجائے ۔

❸ عطیات کی رقوم ذاتی مصرف میں خرچ کرنے سے لازمی طور پر بچیں کیوں کہ عطیات کی رقوم کی شرعی حیثیت امانت کی ہے اور محصل وسفیر اس کے محافظ اور امین ہوتے ہیں اس لیے عطیات کی رقم میں سے ایک پیسہ بھی ذاتی مصرف میں خرچ کرنا حرام وخیانت اور بددیانتی ہے ایسے شخص پر حق اللہ اور حق العبد میں غیر شرعی تصرف کے باعث توبہ و استغفار کے ساتھ تاوان بھی لازم ہے ۔

❹ عطیات کی رقم ذاتی رقم میں مخلوط کرنے سے بچیں کیوں کہ عطیات کی رقم ذاتی رقم میں اس طرح مخلوط کردیناکہ امتیاز باقی نہ رہے ناجائزوگناہ ہے، ایساکرنے والا غاصب وخائن ہے اور تاوان بھی لازم ہے۔

❺ رسید جلد کی حفاظت لازم ہے، اس سلسلے میں سستی اور کوتاہی سے بچیں، چندے کا کام مکمل ہوتے ہی حساب وکتاب صاف کرواکر رسید جلد متعلقہ ادارے میں لازمی طور پر جمع کردیں کیوں کہ رسید جلد سفیر و محصل کے پاس امانت ہوتی ہے اس لیے بلااجازت شرعی نہ جمع کرنا اور سستی کی وجہ سے گم کردیناناجائزوگناہ ہے تعدی یاحفاظت کے معاملے میں سستی کے سبب ایسا ہوتو توبہ اور تاوان بھی لازم ہے۔

❻ عطیات کی رقم متعلقہ ادارے میں جمع کرنے سے پہلے اپنا کمیشن وضع کرنے سے بچیں کیوں کہ چندے کی رقم جب تک ادارے میں جمع نہ کردیاجائے، چندہ دہندگان کی ملک میں باقی رہتی ہے اس لیے ایساکرنے والے پر توبہ واستغفار اور تاوان لازم ہے۔

❼ چندے کی رقم فوری طور پر متعلقہ ادارے میں جمع کردیں کیوں کہ جمع کرنے میں تاخیر کرناکسی کی زکات یافطرہ ضائع ہونے کا سبب بن سکتاہے ۔

امانت میں خیانت کرنے پر وعید:

یادرکھیں عطیات وصدقات کے مال میں خیانت وبددیانتی اور بے جاتصرف کرنے والوں کے متعلق احادیث کریمہ میں سخت وعیدیں آئی ہیں چنانچہ سرکار دوجہاں ﷺ کا فرمان عبرت نشان ہے:

ان رجالا يتخوضون فی مال الله بغير حق فلهم النار یوم القيامة ترجمہ: کچھ لوگ اللہ تعالی کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں، قیامت کے دن ان کے لیے جہنم ہے۔ [بخاری شریف، جلد:۱، باب فرض الخمس، ص:۴۳۹، قدیمی کتب خانہ]

حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ان هذا المال خضرة حلوة من اصابه بحقه بورك له فيه ورب متخوض فيما شاءت به نفسه من مال الله ورسوله ليس له يوم القيامة الاالنار.

ترجمہ: یقیناً یہ مال بہت عمدہ اور لذیذ ہے جس نے حق کے ساتھ اسے پایا اس میں اس کے لیے برکت ہے کتنے ہی لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے مال میں سے جس چیز کو ان کا دل چاہتاہے اپنے تصرف میں لے آتے ہیں قیامت کے دن ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ [جامع الترمذی، جلد:۲، باب ماجاء فی اخذ المال، ص:۶۲، قدیمی کتب خانہ]

مذکورہ شرعی احتیاطوں اور تقاضوں پر عمل ہوجائے تو بہت سارے گناہوں سے بچاجاسکتاہے اور شرعی اصول پر اس کار عظیم کو انجام دیاجاسکتاہے۔ اللہ تعالی ہم سبھوں کو شریعت مطہرہ کی پابندی کی توفیق عطافرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆☆☆

مہر کی شرعی اور سماجی حیثیت

مفتی محمد صابر عالم مصباحی: مفتی وناظم تعلیمات دار العلوم فدائیہ نوریہ پاچھور رسیا، اتر دیناج پور، بنگال

عقد نکاح کی وجہ سے شوہر کو بیوی سے جماع کرنے کا حق اور ایک طرح کی ملکیت حاصل ہو جاتی ہے، مہر اسی حق و ملکیت کے معاوضہ کا نام ہے، جس کی ادائگی شوہر پر شرعاً لازم ہے۔ ردالمحتار میں ہے: اسم للمال الذی یجب فی النکاح علی الزوج فی مقابلة البضع اھ[220/4]

نکاح کی وجہ سے شوہر کو بیوی پر ایک طرح کی ملکیت حاصل ہوتی ہے، لہٰذا بیوی کو اس ملکیت کے بدلے مال دلایا جاتا ہے، اس لیے کہ عورت محترم ہے اور بغیر معاوضہ کے اس پر کوئی حق ثابت کرنے میں اس کی اہانت ہے۔

ہدایہ میں ہے: ولأنه حق الشرع وجوبًا إظهارًا لشرف المحل اھ.[324/2]

مہر کی ادائیگی شوہر پر لازم و ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ [النساء:۲۴]

یعنی اپنے مالوں کے عوض حلال عورتیں تلاش کرو۔

بہتر یہ ہے کہ یہ مال[مہر] بیوی کو پہلی ملاقات کے وقت اس کے حوالہ کر دیا جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نکاح کے وقت مہر بیوی کے ولی کے حوالہ کر دیا جائے اور ولی منکوحہ کو وہ مہر پہنچا دے۔

حنفیہ کے نزدیک مہر شرعی کم سے کم دس درہم ہے حدیث شریف میں ہے: لا مهر اقل من عشرة دراهم

اور دس درہم کا موجودہ وزن 32/گرام 659/ملی گرام چاندی ہے. مورخہ 17/ جون 2023ء کو چاندی کا ریٹ فی کلو تہتر ہزار انہتر[73069]روپے تھا- اس حساب سے دس درہم کی قیمت تقریباً دو ہزار تین سو، ستاسی روپے[2387]ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی اس سے کم مہر مقرر کرے تو بھی اس کے ذمہ دس درہم یا اس کی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر زیادہ مہر باندھے تو جو مقرر ہو، وہی واجب ہوگا۔ اور اگر خلوت صحیحہ سے پہلے عورت کو طلاق دے دے تو شوہر پر نصف مہر لازم ہوگا۔

مہر کی زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار متعیّن نہیں ہے۔ حیثیت اور حالات کے اعتبار سے باہمی رضامندی سے جتنا چاہیں، مقرر کر سکتے ہیں کہ قرآن حکیم میں اس کے لیے ”قنطار“ کا لفظ وارد ہے جس کا معنی ہے ”مال کثیر“ اور مال کثیر کا اطلاق کروڑوں پر بھی ہو سکتا ہے، جیسا کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: عورتوں کے حق مہر زیادہ نہ دو، اگر مجھے پتہ چلا کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حق مہر ادا کیا ہے، اس کو دیا گیا تو وہ زائد مال بیت المال میں جمع کرا دوں گا، پھر منبر سے نیچے آئے تو ایک قریشی خاتون نے کہا: اے امیر المومنین! کیا کتاب اللہ کی پیروی زیادہ حق رکھتی ہے یا آپ کا قول؟ حضرت عمر فرمانے لگے: اللہ کی کتاب، لیکن ہوا کیا؟ کہنے لگی: آپ نے ابھی لوگوں کو عورتوں کے حق مہر زیادہ دینے سے منع فرمایا جب کہ اللہ کی کتاب میں ہے:

وَّاٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰٮهُنَّ قِنۡطَارًا [النساء۲۰]

حضرت عمر فرمانے لگے: اللهم كل احد افقه من عمر اے اللہ! ہر ایک عمر سے زیادہ فقیہ و سمجھ دار ہے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ پھر منبر کی جانب آئے اور لوگوں سے فرمانے لگے: میں نے تمہیں زیادہ حق مہر دینے سے منع کیا تھا، لیکن مرد اپنے مال میں سے جتنا دینا چاہے مہر مقرر کر سکتا ہے۔[سنن بیہقی حدیث نمبر 14342]

مہر میں اگر چہ کثیر رقم مقرر کرنا جائز ہے، لیکن مناسب رقم مقرر کرنا شرعاً محمود ہے کہ رسولِ بے مثال ﷺ نے فرمایا:

خیر هن ایسر هن صداقا یعنی عورتوں میں سب سے بہتر وہ عورت ہے جس کا مہر بہت آسانی سے ادا کیا جائے [معجم کبیر حدیث نمبر 11100]

اس حدیث کی شرح میں فرمایا گیا:

عورت کے مہر کا کم ہونا عورت کی برکت اور بہتری کی نشانی ہے اور یہ کامیاب نکاح کے لیے اچھا شگون ہے[فیض القدیر 4117]

مہر کی مسنون مقدار:

فریقین مہر کے معاملے میں میانہ روی سے کام لیں ، نہ اتنی زیادہ مقرر ہوں کہ مرد زندگی بھر اس کی ادائے گی سے قاصر رہے ، نہ اتنی کمی کی جائے کہ اس کی وقعت واہمیت ہی ختم ہوجائے۔

مہر کے تقرر میں مہر فاطمی کا اعتبار کیا جائے:

مہر فاطمی اس مہر کو کہا جاتا ہے جو نبی کریم ﷺ نے خاتون جنت سیدتنا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لیے مقرر فرمایا تھا، اس کی مقدار 500 درہم چاندی تھی۔ مسلم شریف کی حدیث میں فتلك خمس مأة دراهم کا لفظ آیا ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: عامۂ ازواج مطہرات وبنات مکرمات کا مہر اقدس پانچ سودرہم سے زیادہ نہ تھا- [ص:۴۸۶ ج:۵]

مہر فاطمی کی مقدار

مہر فاطمی کی مقدار احادیث میں ساڑھے بارہ اوقیہ منقول ہے اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے ، تو اس حساب سے مہر فاطمی کی مقدار پانچ سو درہم بنتی ہے۔

مہر فاطمی کی سنت پر عمل کرنے کے لیے بہتر تو یہ ہے کہ اتنی مقدار چاندی دی جائے، لیکن اگر چاندی نہ دی جائے تو نکاح نامے میں یہ الفاظ لکھ دیے جائیں کہ ”مہر فاطمی“ بصورت سونا، یا بصورت نقد اور پھر مہر فاطمی کی مالیت کے بقدر ہی سونا یا نقدی دی جائے تو مہر فاطمی کی سنت ادا ہو جائے گی۔

مہر فاطمی کی وضاحت

مہر فاطمی دو طرح کا ہے: ”مہر معجل“ جو وقت ملاقات پیشگی دیا گیا۔ اور ”مہر مقرر“ جس پر عقد نکاح واقع ہوا۔

مہر معجل 480/درہم تھا، جو موجودہ وزن سے ایک کلو 567/گرام 641/ملی گرام چاندی ہوتا ہے۔

چاندی کی قیمت کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ 17 جون 2023ء کو چاندی کا ریٹ فی کلو 73069 روپے تھا، اس حساب سے 480 درہم کی قیمت تقریبًا ایک لاکھ چودہ ہزار پانچ سو چھیالیس [114546] روپے ہوتی ہے۔

مہر مقرر چار سو مثقال چاندی تھا, اور موجودہ وزن ایک کلو 866/گرام 240/ملی گرام چاندی ہوتا ہے جس کی قیمت تقریبًا ایک لاکھ چھتیس ہزار تین سو باسٹھ روپے [136362] ہوتی ہے۔ [مجلس شرعی کے فیصلے]

مہر کے اقسام واحکام:

مہر چوں کہ عورت کا حق ہے اس لیے شریعت نے عورت کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ نکاح کے وقت اگر یہ شرط لگائے کہ مجھے پورا مہر معجل [جلدی] چاہیے تو شوہر کو وہ مہر جلدی دینا پڑے گا، لیکن اگر عورت اس پر راضی ہوجائے کہ مہر کا کچھ حصہ معجل [جلدی] ہو اور کچھ حصہ مؤجل [تاخیر] سے ادا کر دیا جائے یا مکمل مہر ہی مؤجل [تاخیر] سے ادا کیا جائے تو پھر شوہر کے لیے مہر میں تاخیر کرنے کی گنجائش ہے۔

اسی میعاد کے اعتبار سے مہر کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں:

❶ مہر معجل: کہ خلوت سے پہلے مہر دینا قرار پایا ہو۔ ❷ مہر مؤجل: جس کے لیے کوئی میعاد مقرر ہو۔ ❸ مہر مطلق: کہ جس میں نہ تو خلوت سے پہلے مہر دینا قرار پایا ہو، اور نہ ہی اس کے لیے کوئی میعاد مقرر ہو۔

مہر معجل کے احکام:

مہر معجل ہونے کی صورت میں عورت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جب تک مہر وصول نہ کرلے، شوہر کو وطی اور مقدمات وطی سے باز رکھے اور شوہر کو حلال نہیں کہ عورت کو مجبور کرے اگرچہ اس سے قبل عورت کی رضامندی سے وطی و خلوت ہو چکی ہو یعنی یہ حق عورت کو ہمیشہ حاصل ہے جب تک وصول نہ کرے۔

❶ اگر شوہر عورت کو سفر میں لے جانا چاہتا ہو، تو عورت انکار کر سکتی ہے۔ ❷ مہر معجل لینے کے لیے عورت اگر وطی سے انکار کرے تو اس کی وجہ سے نفقہ ساقط نہ ہوگا-

❸ مہر معجل ادا نہ کرنے کی صورت میں عورت بلا اجازت شوہر گھر سے باہر بلکہ سفر میں بھی جا سکتی ہے جب کہ ضرورت سے ہو-

مہر مؤجل کے احکام:

اگر مہر مؤجل یعنی میعادی ہے اور میعاد مجہول ہے تو مہر فوراً دینا واجب ہے . ہاں اگر مؤجل ہے اور میعادی یہ ٹھہری کہ موت یا طلاق پر وصول کرنے کا حق ہے، تو جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو، عورت مہر وصول نہیں کر سکتی، اور طلاق یا موت واقع ہوئی، تو اب یہ بھی معجل ہو جائے گا یعنی فی الحال مطالبہ کر سکتی ہے اگرچہ طلاق رجعی ہو، مگر رجعی میں رجوع کے بعد پھر مؤجل ہو جائے گا۔

❷ مہر مؤجل یعنی میعادی تھا اور میعاد پوری ہو گئی تو عورت اپنے نفس کو روک سکتی ہے
- لیکن صحیح یہ ہے کہ میعاد پوری ہونے کے بعد عورت مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے، مگر اپنے آپ کو اس کے لیے کبھی روک نہیں سکتی، خصوصاً جب کہ رخصت ہو چکی ہو۔[فتاوی رضویہ 522/5]

مہر مطلق کے احکام:

مہر مطلق کا مدار عرف اور عادت پر ہے جس خطہ میں عام طور پر یہ رواج ہو کہ مثلاً کل یا نصف یا ربع یا کسی قدر پیشگی لیتے ہیں، وہاں اتنا پیشگی دینا ہوگا، اور جہاں عرف یوں ہے کہ موت یا طلاق کے بغیر لینا دینا نہیں ہوتا- جیسا کہ عموماً ہمارے ہندوستان میں ہے

یہاں جب تک زوجین میں سے کسی کا انتقال یا طلاق واقع نہ ہو، مطالبہ کا اختیار حاصل نہ ہوگا-[فتاویٰ رضویہ 316/5]

افسوس کہ آج کل مہر کے معاملہ میں بھی افراط و تفریط ہے، بہت سے علاقوں اور برادریوں میں آج بھی 500 یا 786 روپے مہر مقرر کیا جاتا ہے اور بعض حضرات محض اظہار تفاخر کے طور پر کئی کئی لاکھ روپے مہر مقرر کرتے ہیں اور ادا نہیں کرتے۔

آج کل چوں کہ کرنسی کی قیمت میں استحکام نہیں اور مسلسل اتار کا رجحان ہے۔ آج سے بیس پچیس سال پہلے پانچ ہزار روپے کی اہمیت تھی لیکن آج اتنی رقم سے ایک غریب گھرانے کی زندگی بھی نہیں گزر پاتی اور ہندوستان میں نقد مہر ادا کرنے کا رواج نہیں ہے، ان حالات میں مناسب طریقہ یہ ہے کہ مہر سونے یا چاندی میں مقرر کیا جائے۔ رسول اللہ کے زمانہ میں درہم چاندی کا اور دینار سونے کا ہوا کرتا تھا، کیوں کہ سونے اور چاندی کی قیمت میں ابھی بھی ایک حد تک استحکام ہے؛ اس لیے یہ عورت کے حق میں انصاف کی بات ہوگی۔ مثلاً اگر آج پانچ تولہ سونا مہر مقرر کیا جائے، تو اس کی قیمت دو لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ ہے، اگر اگلے بیس سال کے بعد بھی مہر ادا کیا جائے تو عورت کو پانچ تولہ سونا حاصل ہوگا، اس کے برخلاف اگر دو لاکھ مقرر ہو، تو ممکن ہے بیس سال بعد اس سے دو ہی تولہ سونا خریدا جا سکے، ظاہر ہے یہ عورت کے لیے نہایت غیر منصفانہ بات ہوگی کہ ایک تو اس کا مہر وقت پر ادا نہیں کیا گیا، دوسرے جو مہر دیا گیا۔ اس کی بھی اب قیمت نہایت کم ہو گئی-

اس لیے میری مخلصانہ گذارش ہے کہ روپے کے بجائے چاندی یا سونے کی خاص مقدار مقرر کیا جائے تاکہ عورتوں کا خسارہ نہ ہو- یہ مسئلہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ مہر بھی دوسرے قرضوں کی طرح ایک قرض ہے، جتنی جلدی ہو سکے ادا کر دیا جائے۔

ہمارے یہاں بیش تر لوگ دین مہر ادا نہیں کرتے، محض رسمی طور پر مہر مقرر کر لیا جاتا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نکاح کیا اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر میں سے کچھ نہ دے گا تو جس دن وہ مرے گا، زانی مرے گا۔[طبرانی بحوالہ بہار شریعت 32/7]

دوسری حدیث میں رسول للہ ﷺ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گنہگار وہ شخص ہے، جو کسی عورت سے نکاح کرے، اس سے اپنی ضرورت پوری کر لے، پھر اسے طلاق دے دے اور اس کا مہر بھی نہیں دے۔[مستدرک حاکم، عن عبداللہ بن عمر: ۱۹۹/۲، حدیث نمبر:۲]

بعض علاقوں میں موت کے بعد بیوی سے مہر معاف کرایا جاتا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لاش سامنے رکھی ہوئی ہے اور عورتیں اخلاقی دباؤ ڈالتی ہیں کہ مہر معاف کر دو، اس وقت رنج و الم کی فضا ہوتی ہے اور اگر اندر سے معاف کرنے پر آمادگی نہ ہو، تب بھی حیا کے تقاضے کے تحت وہ زبان سے انکار نہیں کر پاتی، یہ نہایت ہی ناشائستہ اور غیر شرعی طریقہ ہے، شرعی اُصول یہ ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو، تو پہلے قرض داروں کا قرض ادا کیا جائے، پھر ورثہ میں ترکہ کی تقسیم ہو، جیسے دوسرے قرض واجب الاداء ہیں، اسی طرح مہر بھی ایک قرض ہے اور اس کی بھی اللہ کے پاس جواب دہی ہے، اس لیے مہر معاف کرانے کی کوئی وجہ نہیں، ترکہ میں سے پہلے دوسرے قرض داروں کی طرح بیوی کا بھی مہر ادا ہونا چاہیے، اس کے بعد جو بچ جائے وہ تمام ورثہ میں تقسیم ہو۔

البتہ عورت مہر معاف کرنا چاہے تو معاف کر سکتی ہے، اس کی وجہ سے وہ ثواب کی حق دار ہوگی، مگر اس کے لیے اس پر دباؤ نہ ڈالا جائے، گزارش کی جا سکتی ہے، ویسے یہ بات مرد کی حاکمیت کے شایان شان نہیں کہ معمولی سی رقم کے لیے اپنی محکوم عورت سے معافی کی گزارش کرے-واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

نوائے امروز

مسلم دوشیزائیں: ارتداد کی راہ پر کیوں؟

مولانا مبارک حسین مصباحی: چیف ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز و ساز

جی ہاں! یہ حق اور سچ ہے کہ اسلام نے عورت کو عظیم مقام عطا کیا ہے۔ جس عہد میں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کریم ﷺ جلوہ گر ہوئے، عرب کے بعض لوگ اپنی بچیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔ انھیں خوف یہ ہوتا تھا کہ جوان ہوں گی تو ان کی شادیاں کرنا ہوں گی اور نوجوانوں کو داماد بنانا ہوگا۔ مگر سرور کائنات ﷺ نے اپنی بچیوں سے حد درجہ محبت فرما کر دنیا کو یہ پیغام دیا کہ بچیاں در گزر کرنے کے لیے نہیں بلکہ سینے سے لگانے کے لیے ہوتی ہیں۔ سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقام و منصب سے کون واقف نہیں، جب یہ لخت جگر آپ کی بارگاہ میں تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے۔ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے کتنی زیادہ محبت فرماتے تھے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یکے بعد دیگرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح فرمایا۔ یہ دونوں صاحب زادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا زہد و ورع اور عصمت و طہارت میں اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔

آپ یہ خوبی جانتے ہیں کہ ایک بیوہ کو سماجی طور پر منحوس تصور کیا جاتا تھا مگر ہمارے رسول ﷺ نے اپنے پچیس سالہ عنفوان شباب میں دو شوہروں کی چالیس سالہ بیوہ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرما کر زمانے کو یہ درس دیا کہ بیوہ منحوس نہیں بلکہ محبت کرنے کی چیز ہے۔ آپ خود غور کریں ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام حسن و جمال کے حسین پیکر اور کردار و اخلاق کے ماہ کامل تھے۔ آپ کو کوئی بھی خوب رو نوجوان کنواری دوشیزہ مل سکتی تھی۔ آپ ﷺ نے دوسرا نکاح پچاس برس کی عمر میں فرمایا۔

ایک باپ کی حیثیت سے بیٹیوں کی پیدائش اور پرورش پر مژدۂ جاں فزا سنایا گیا ہے، آقا کریم ﷺ ارشاد فرمایا: جس شخص کے تین بیٹیاں ہوں جن کے رہنے سہنے کا وہ انتظام کرتا ہو، وہ ان کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہو، وہ ان سے شفقت کا برتاؤ کرتا ہو تو یقیناً اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ جس کے دو بیٹیاں ہوں؟ فرمایا خواہ دو ہی ہیں ان سے حسن سلوک پر بھی یہی خوش خبری ہے۔ [ادب المفرد 78]

اسی مفہوم کی دیگر احادیث بھی موجود ہیں۔

ماں باپ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ قرآن عظیم اور احادیث نبویہ میں والدین کریمین کے بلند مقامات بیان کیے گئے ہیں۔ متعدّد احادیث میں ہے کہ مقدس ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ من روایۃ الخطیب فی الجامع عن انس رضی الہ تعالیٰ عنہ: "الجنۃ تحت اقدام الامہات". جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

اسی طرح بعض احادیث میں والد گرامی اور بعض میں دونوں کے تعلق سے وارد ہے۔ اب آپ غور کریں کہ ایک ماں نو ماہ تک اپنے پیٹ میں رکھتی ہے۔ مختلف مشکلات سے گزرتی ہے، دردزہ ایک انتہائی مشکل مرحلہ ہوتا ہے، اس کی تعبیر کے لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں۔ والد گرامی کتنے مشکل مراحل سے گزر کر اپنے بچوں کی پرورش کرتا ہے۔ شب و روز محنت کر کے وہ اپنی اولاد کے لیے سرمایۂ حیات جمع کرتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ دنیا میں عام طور پر لوگ اپنے سے آگے بڑھنے کے دوسروں کے لیے خواہش مند نہیں ہوتے، ہاں یہ انفرادی اوصاف ماں اور باپ ہر ایک میں ہوتے ہیں جو نہ صرف عملی کاوشیں کرتے ہیں بلکہ ان کی قلبی آرزو ہوتی ہے کہ ہماری اولاد بے پناہ ترقی کرے۔ اسے آسمان کی بلندیوں پر دیکھ کر ماں باپ بے پناہ مسرور ہوتے ہیں۔ اب دیکھیے قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا کتنا بلیغ

ارشاد فرمایا ہے:

قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا○ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا○ [بنی اسرائیل آیت:۲۳،۲۴]

اور تمھارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔

نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رضی الله فی رضی الوالدین و سخط الله فی سخط الوالدین.

اللہ تعالی کی رضا والدین کی کے راضی ہونے میں ہے اور اللہ تعالی کا غضب والدین کی ناراضی میں ہے۔ [الترغیب والترہیب، ج۳، ص:۲۲۳]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الا انبئکم باکبر الکبائر الاشراك بالله و عقوق الوالدین.

کیا میں تمھیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کی خبر نہ دوں؟ تو یہ اللہ تعالی کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔

[بخاری شریف ج۲ ص:۸۸۴، مسلم شریف، ج:۱ ص:۶۴]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لعن الله العاق لوالدیه" اللہ تعالی نے ماں باپ کے نافرمان پر لعنت فرمائی ہے۔ [الدر المنثور، ج۴، ص:۵۷]

والدین کریمین کی اخلاقی اور ایمانی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد سے بے پناہ محبت کریں، ماقبل کے دلائل سے آپ نے سمجھ لیا کہ قرآن اور احادیث کی روشنی میں ماں اور باپ کا مقام کتنا بلند ہے۔ اب ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی تعلیم و تربیت پر مکمل نگاہ رکھیں، ان کی تربیت کرنا اپنی وسعت کے مطابق ان کے رہنے سہنے اور پہننے اوڑھنے کے لیے خرچ کرنا ماں باپ کا فرضی منصبی ہے۔ بچیوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے سے اسلام روکتا نہیں مگر وہ پہلے گھر پر یا کسی ذمہ دار استاذ سے انھیں دینی تعلیم دلائیں۔ آج کل مسلم بچیوں کے لیے دینی تعلیم کے ہزاروں مدارس کھلے ہوئے ہیں۔ یہ گھر کے بڑوں کی ذمہ داری ہے کہ بچیوں کو ان میں داخل کرائیں، اگر مقامی طور پر ادارے ہوں تو ان میں بہتر ہے، اور اگر نہیں ہوں تو ان کا ایڈمیشن ایسے مدارس میں کرائیں جہاں مکمل پردے کے اہتمام کے ساتھ بچیوں کو ہاسٹل میں رکھا جاتا ہے، یہ بات ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ بعض بچیوں کے دینی مدارس بھی خرافات سے محفوظ نہیں ہیں۔

جو حضرات عصری تعلیم کے لیے بڑی بچیوں کو دیگر شہروں کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رکھتے ہیں عام طور پر اہل خانہ ان کے حالات سے واقف نہیں ہوتے کہ بچیاں درس گاہوں میں جاری ہیں یا نہیں۔ عام طور پر مخلوط تعلیم ہوتی ہے جس میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ کلاس میں پڑھتے ہیں۔ بچیاں غیر مسلم لڑکوں کے اخلاقی رویوں سے سے متاثر ہو جاتی ہیں یہ سب کچھ بہ یک جنبش نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ ٹرینگ کے مطابق درجہ بہ درجہ ہوتا ہے، وہ غیر مسلم لڑکے پہلے اسلامی طرز لباس، پردے اور برقعے کی تعریف کرتے ہیں، لڑکیوں کے اسلامی اخلاق واطوار کے مداح ہوتے ہیں، کلمہ طیبہ وغیرہ کی تعریف کرتے ہیں۔ جب مسلم لڑکیاں ان سے متاثر ہو جاتی ہیں تو غیر مسلم لڑکے کثیر مطالبۂ جہیز سے مشکل نکاح، طلاق کی کثرت اور حلالہ کی بحث چھیڑ دیتے ہیں اور اس کے بعد چار نکاح کے جواز پر لعن طعن شروع کر دیتے ہیں۔ نفسیاتی طور پر لڑکیاں کم عقل ہوتی ہیں وہ اپنی نادانی سے اسلام مخالف نظریات کی حمایت کرنے لگتی ہیں۔ عشق کی واردات جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو جوانی کا جوش و خروش، امنگ و ترنگ اور جذبۂ شوق کا سیل رواں لڑکیوں کی عقلوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ وہ بھول جاتی ہیں کہ مذہب اسلام کی سچائی کتنی عظیم ہے۔ ان کے دل و دماغ پر شیطان سوار ہو جاتا ہے۔ ان کو نہ جہنم کا ڈر ہوتا ہے اور نہ اللہ تعالی کا خوف اور نہ اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی عشق، بس انھیں اپنی شیطانی خواہشات کی تکمیل ہی میں سب کچھ ہرا بھرا نظر آتا ہے۔

اس پس منظر میں سب سے خطرناک مہم مسلم بچیوں کو مرتد بنا کر ہندو نوجوانوں کا ان سے شادیاں کرنا ہے۔ اس کی مسلسل دردناک خبریں سوشل میڈیا اور مختلف ذرائع ابلاغ سے آ رہی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندتو کی مختلف تحریکیں ہندو نوجوانوں کو ٹریننگ دے رہی ہیں حکومت میں بیٹھے ان کے بڑے بڑے سیاہی بھی خاموش

حمایت کر رہے ہیں، مسلم لڑکیوں کے مرتد ہو کر غیر مسلموں سے شادیاں کرنے کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ ماں باپ اور اہلِ خانہ پہلے سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ جب اپنی معاشی حالت معلوم ہوتی ہے تو بچیوں کے پاس قیمتی موبائل اور بیش قیمت لباس کہاں سے آرہے ہیں؟ اخراجات کے لیے لمبی لمبی رقمیں کہاں سے آرہی ہیں؟

امت مسلمہ ان قیامت خیز خبروں کو سن کر سینہ تو پیٹ رہی ہے، خون کے آنسو بھی رو رہی ہے مگر غم واندوہ سے دلوں کا بوجھ تو ہلکا کیا جا سکتا ہے مگر یہ زمینی مسائل کا حل تو نہیں۔ انفرادی طور پر علما اور دانش ور تحریریں پیش کر رہے ہیں، مساجد اور پروگراموں میں تقریریں بھی ہو رہی ہیں، مگر ہمارے علم میں کوئی بھی منظم تحریک اس رخ پر باضابطہ کام نہیں کر رہی ہے۔ ماضی میں جب شدھی تحریک چلی تھی تو تحریک رضائے مصطفیٰ بریلی شریف حرکت میں آئی، حضرت مفتی اعظم ہند بریلوی، حضرت صدر الافاضل مراد آبادی، مولانا قطب الدین برہمچاری، برہان ملت جبل پوری، مولانا ظفر الدین بہاری وغیرہ افراد باضابطہ سامنے آئے تھے، ان بزرگوں نے صرف تحریریں اور تقریریں ہی نہیں کی تھیں بلکہ عملی طور پر میدان میں اترے تھے اور شدھی تحریک سے متاثر علاقوں میں مہینوں مہینوں رہ کر خدمات انجام دی تھیں، اس رخ پر ہمارے قائدین کو سنجیدگی سے غور کر کے عملی قدم اٹھانا چاہیے۔

اس سلسلے میں سب سے بڑی کوتاہی والدین اور اہل خانہ کی بھی ہے وہ اپنی بچیوں کو اسلام اور اس کی اہمیت سے پورے طور پر آشنا نہیں کراتے، حالانکہ شرعی طور پر ہم سب کو اپنی لڑکیوں کو ناظرہ قرآن عظیم اور ضرورت بھر اپنی مادری زبان میں اسلامی عقائد، رسول کریم ﷺ سنتوں سے آشنا کرانا چاہیے۔ مگر افسوس ہم لوگ اپنے گھروں میں مساجد اور خانقاہوں پر مسلسل طنز کرتے ہیں، علما، ائمہ اور حفاظ پر بے جا تنقیدوں کے نشتر برساتے رہتے ہیں۔ ہماری بچیوں کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مذہب میں توحید و رسالت کا مفہوم کیا ہے، ہمارے بزرگوں نے دین و سنیت کے فروغ کے لیے کیسی کیسی قربانیاں پیش کی تھیں، ہماری خواتین کو نہیں معلوم کہ امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کا مقام و منصب کیا ہے۔ ہم ذرا تعلیم حاصل کرتے کراتے ہیں تو چار برس کی عمر میں اپنے بچوں کو انگلش میڈیم اسکول میں داخل کرا دیتے ہیں وہاں ہندومت اور عیسائیت ان کے دماغوں میں داخل ہوتی رہتی ہے۔ انھیں نہ کلمہ طیبہ کی اہمیت کا اندازہ ہے اور نہ مسائل شریعت کا، انہیں نہ اسلام کی سچی تعلیمات سے آگاہی ہے اور نہ بزرگ خواتین اسلام کے مقام و منصب کی، ہم نے شعور کے آنکھیں کھولیں تو نگاہوں کے سامنے دنیا اور صرف دنیا ہوتی ہے۔ ان کی نگاہوں کے سامنے جدید کلچر کی کشش ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ .

ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

آج جو بدترین صورت حال ہمیں خون کے آنسو رونے پر مجبور کر رہی ہے، اس نے آنکھوں کی نیند اڑا دی ہے، اسلام کی صداقت اور برتری ناقابلِ تردید حقیقت ہے، مگر یہ ہماری کتنی بڑی ناکامی اور نامرادی ہے کہ ہماری جوان بچیاں مذہب اسلام کو چھوڑ کر ہندو مذہب اختیار کر رہی ہیں۔ اس پس منظر میں حسب ذیل آیات کی تلاوت کیجیے۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ○ [آل عمران، آیت:۱۲]

فرمادو، کافروں سے کوئی دم جاتا ہے کہ تم مغلوب ہوگے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا بچھونا۔

لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ○ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ○ [آل عمران، آیت:۱۹۷]

اے سننے والے کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔ تھوڑا برتنا ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی برا بچھونا۔

آج کل جو مسائل سامنے ہیں ان میں لڑکیاں صرف زناکاری تک محدود نہیں ہیں، بلکہ وہ اپنا دین و مذہب ترک کر کے غیر مسلموں کے دین کو قبول کر رہی ہیں، اسی کا نام ارتداد ہے،، اس کی انتہائی بدترین صورت یہ ہے کہ انھوں نے اپنی عارضی محبت کے لیے جنت کو چھوڑ کر جہنم کا راستہ اختیار کیا۔ یہ انتہائی بدترین طریق عمل ہے، اس سے دنیا بھر میں ہندوستانی مسلمان بدنام ہو رہے ہیں، ان ظالم بچیوں سے کوئی پوچھے، تم نے اپنی دنیا و آخرت تباہ کی ہے، اپنے اہلِ خانہ کو بھی ناکام و نامراد بنا دیا ہے۔ ان حالات میں ہم مزید کچھ عرض کرنے سے عاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت کا راستہ عطا فرمائے۔ آمین۔

فکر و نظر

ہندوستان کی جمہوری قدریں اور یکساں سول کوڈ

مولانا صابر رضا رہبر مصباحی: سب ایڈیٹر روزنامہ انقلاب، پٹنہ بہار

مختلف مذاہب اور متنوع تہذیبوں کی آماجگاہ ملک ہندوستان کی اصل خوبصورتی اور ہمہ جہت ترقی کا راز اس کی وحدت میں کثرت کے فلسفے میں مضمر ہے۔ یہاں جمہوریت کی جڑیں کافی پختہ ہیں کیوں کہ اسے آئین کی تمہید میں جگہ دی گئی ہے لیکن دائیں بازو کے نظریات کے حامل افراد اس سے اس کی اصل خوبصورتی پر گہن لگانے کی تاک میں ہیں۔ ملک کی اعلیٰ اقتدار پر قابض جماعتیں ہندوستان کی روح کا سودا کرنے کے لیے پے در پے تجربے کر رہے ہیں جیسے کوئی منجمد پانی میں پتھر اچھال کر چشم بینا کا اندازہ لگاتا ہے۔ ہندستان سے جمہوریت کا سہاگ چھیننا ایسا ہی ہے جیسے اس کی روح ختم کر دی جائے اور ایک سڑی گلی لاش زندہ و سلامت تصور کر لیا جائے۔

آر ایس ایس اور اس کی ہم نوا جماعتیں ملک کی مختلف ریاستوں میں اقلیتوں، دلتوں اور آدیواسیوں کے آئینی حقوق پر حملے کر رہی ہیں۔ کبھی لباس، کبھی طلاق، کبھی شادی بیاہ اور ایجوکیشن کے نام پر ایسے پروپیگنڈے کیے جا رہے ہیں جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاری ہے کہ ہندستان ایک ہندوراشٹر ہے۔ ہندوتوا تنظیموں کی جانب سے اس طرح کے ہنگامے کوئی اتفاق نہیں بلکہ اسے حکومت وقت کی سرپرستی حاصل ہے۔ پہلے لو جہاد کے نام پر مسلمانوں کے خلاف نفرت کا ماحول پیدا کیا گیا اور اب لینڈ جہاد کے نام پر اتراکھنڈ میں مزاروں کی مسماری کا سلسلہ جاری ہے اور یہ کسی حکومتی فرمان کے تحت انتظامیہ کی جانب سے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ بھگوا بریگیڈ کے لونڈے گلے میں بھگوا رومال پہن کر یہ تخریبی کارروائیاں انجام دے رہے ہیں اور اس کے آگے حکومتی اصول، ملکی آئین اور عدالتی گائیڈ لائن سب پانی بھر رہے ہیں۔ کیا یہ سب اتفاق ہے؟

گئو رکشا کے نام پر کھلے عام ماب لنچنگ اور پھر ان قاتلوں کا پھولوں سے استقبال یہ سب صرف یہ جتانے کے لیے کیا جا رہا ہے کہ اب لوگوں کو یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہندوستان ایک ہندوراشٹر ہے۔

ہندوستانی جمہوریت کے نکلتے جنازے پر پوری دنیا چیخ رہی ہے۔ حقوق انسانی کے علمبردار چراغ پا ہیں اور ہندوستان کی جمہوری قدروں کی حفاظت کے لیے انصاف پسند افراد کی جانب سے آوازیں بلند کی جا رہی ہیں مگر حکمراں محاذ کان بند کیے یہ کہے جا رہا ہے کہ ہمارے یہاں سب کچھ چنگا ہے۔

آئین میں ذات پات اور مذہب کی بنیاد پر کسی طرح کی تفریق کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے، مگر آئین کی حفاظت کا حلف لینے والوں نے آئینی اصولوں کی دھجیاں اڑانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رکھی ہے۔

اقلیتوں خاص کر مسلمانوں کے لیے یہ ایک آزمائش اور امتحان کا دور ہے۔ دانش مندی اور دوراندیشی سے ہی اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان کی جمہوری قدروں کی پامالی کا سلسلہ انتہائی افسوس ناک ہے مگر ابھی اس پر اناللہ پڑھنے کا وقت نہیں آیا اور نہ یہ آسان ہے۔ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا معاملہ ہو یا پھر حقوق کی بازیافت و بحالی کا اس کے لیے قوت و طاقت سے زیادہ درست فہم اور دیرپا حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا معاملہ انتہائی مشکل ہے کیوں کہ اس کی مخالفت میں جنوبی ہند کی ریاستیں سب سے آگے ہیں۔ قبائلی، آدیواسی اور دلت اسے کبھی قبول نہیں کریں گے۔ سکھوں کو رام کرنا بھی سہل نہیں ہے اس لیے اس معاملے پر مسلمانوں کو فرنٹ لائنر بننے کی غلطی نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ جب مسلمان رہنما منظرنامے پر آکر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے تو اسے ایک خاص طبقہ سے جوڑ دیا جاتا ہے اور اس طرح حکومتی افراد دوسرے مذاہب افراد کو یہ

جتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ دیکھو اس سے مسلمانوں کو خطرہ ہے تمھیں نہیں کیوں کہ تم تو ہندستانی ہو اور پھر مسلمانوں کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوتی ہے۔ آپ کی پوزیشن ایسی نہیں ہے کہ لال قلعے پر سبز جھنڈا گاڑ دو لیکن سکھوں نے کسان آندولن کے دوران اپنا مذہبی پرچم لہرایا اور ان کا سینہ پولیس فورس کی گولیوں سے محفوظ رہا۔

ابھی حال میں سپریم کورٹ میں ہم جنس شادی کو قانونی درجہ دینے کا معاملہ زیر سماعت تھا۔ مرکزی حکومت اس کے خلاف تھی اس کے باوجود مسلم تنظیمیں کود پڑیں اور پٹیشن دائر کرکے فریق بن گئیں جس کے بعد اسلام بہ نام ہم جنس پرستی بحث چھڑ گئی۔ میرے خیال میں یہ ایک غلط فیصلہ تھا جس کے سبب وکیلوں کی موٹی فیس کے نام پر محض پیسے کا ضیاع ہوا۔ اس لیے ہندوستان کی جمہوری قدروں کے تحفظ کے لیے مسلم تنظیموں کو فرنٹ لائن بننے کے بجائے ہم خیال برادران وطن کے ساتھ مل کر اپنی لڑائی لڑنی ہوگی۔ اس لیے مسلمانوں کو جذبات میں آئے بغیر اپنی حکمت عملی وضع کرنی ہوگی۔

دراصل اگلے لوک سبھا انتخابات کے پیش نظر بی جے پی نے فرقہ وارانہ پولرائزیشن کی اپنی کوششیں تیز کر دی ہیں۔ یکساں سول کوڈ کا مسئلہ ایک بار پھر سامنے لانا اس سمت میں ایک قدم ہے۔ ۲۰۱۶ء میں مودی حکومت نے اس معاملے پر لاء کمیشن سے واضح رائے مانگی تھی۔ کمیشن نے اس سے متعلق تمام حقائق کا جائزہ لیا۔ تمام جماعتوں سے مشاورت کی۔ کمیشن نے ۲۰۱۸ء میں واضح رائے دی تھی کہ اس پر عمل درآمد کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ منصفانہ بھی نہیں ہے۔ ایسے میں اس معاملے کو دوبارہ اٹھانا ملک کو فرقہ وارانہ انتشار میں ڈالنے کی سازش کہلائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مرکزی حکومت کو بتانا چاہیے کہ ۲۰۱۸ء کے بعد ملک کے سماجی ڈھانچے یا مختلف مذاہب کے لوگوں کی سوچ میں کیا تبدیلی آئی ہے۔ ہمارا آئین مختلف مذاہب کے لوگوں کو اپنی مذہبی روایت پر عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس کے مطابق شادی، طلاق، جانشینی، گود لینے، جائیداد حاصل کرنے وغیرہ کا کام آسانی سے ہو رہا ہے۔ مختلف فریقوں کے لوگوں کو اعتماد میں لیے بغیر یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا معاملہ غیر ضروری تنازع اور تناؤ کو ہی جنم دے گا۔ یقین مانیں اس بار بھی لاء کمیشن کی رپورٹ کچھ اسی طرح کی ہوگی۔

نریندر مودی نے ناقابل تکمیل وعدے اور ہندتوا کے ایجنڈے کے ساتھ اقتدار پر قبضہ حاصل کیا تھا اس کے بعد سے میڈیا کے سہارے دھرم کا افیون کھلاکر ہندوؤں کو مسلمانوں کا خوف دکھاکر ہندو راشٹر کا خواب دکھاتے رہے مگر جب نان شبینہ کی بات آجاتی ہے تو سارا نشہ ہرن ہوجاتا ہے۔ نوٹ بندی اور لاک ڈاؤن کے بعد مہنگائی اور بے روزگاری سے پریشان ہوکر ہندوؤں کے اکثریتی طبقہ نے اب حکومت سے سوال کرنا شروع کر دیا ہے۔ آر ایس ایس کے ترجمان "آرگنائزر" نے بھی اپنے اندرونی سروے میں واضح کر دیا ہے کہ مودی اور ہندوتوا کے نام پر عام انتخابات میں فتح حاصل کرنا پنگھٹ کی کٹھن ڈگر کے مترادف ہے۔ اب بی جے پی پھر اپنے سارے پتے دھیرے دھیرے پھینکنے لگی ہے۔ اس لیے یکساں سول کوڈ کا معاملہ ایک بار پھر گرم کرکے پولرائزیشن کی کوشش کر رہی ہے۔

ادھر لاء کمیشن نے رائے عامہ کی طلبی شروع کر دی ہے ایسے میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس کی سائٹ پر جاکر اپنی رائے دیں اور یہ صرف ایک کوشش ہوگی ورنہ جمہوریت میں تعداد کی بنیاد پر فیصلے ہوتے ہیں اور ہماری تعداد اکثریت کے مقابلے بہت ہی کم ہے۔ بہرحال لاء کمیشن کے سامنے اپنی بات مضبوطی سے رکھنے کی ضرورت ہے۔

مودی حکومت کے نوسالہ دور اقتدار کے دوران مسلمانوں کو ایک طرح سے نفسیاتی خوف میں مبتلا کر دیا گیا ہے، مگر اطمینان کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے حوصلے نہیں ٹوٹے ہیں اور نہ ہی وہ مایوس ہے۔ اس دوران مسلمانوں کا ضبط اور گہری خاموشی نے حکمراں محاذ کو بے چین کر رکھا ہے کیوں کہ اب مسلمان کے نام پر اس کی سیاست نہیں چمک رہی ہے، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حالات کا مقابلہ حکمت عملی اور خاموشی کے ساتھ کریں۔ چیخ و پکار اور شور و غل سے کچھ نہیں ہونے والا ہے، کیوں کہ ابھی ہر طرف کی ہوا آپ کے خلاف ہے۔ یقین جانیں کہ ہوائیں آوارہ ہوتی ہیں اور ان کے اندر ٹھہراؤ نہیں ہوتا۔ آنے والا کل قدرے بہتر ہوگا۔

•••

رزق میں بے برکتی اور تنگی کے اسباب

غلام محمد ہاشمی مصباحی: نائب مدیر سہ ماہی پیغام مصطفےٰ اتر دیناج پور، بنگال

ہر پریشانی اور تکلیف کے کچھ نہ کچھ اسباب ہوتے ہیں اگر ان سے مکمل طور پر اعراض کر لیا جائے تو بہت حد تک امان وحفاظت مقدر ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر روگردانی اور اعراض نہ ہو بلکہ دانستہ یا نادانستہ طور پر وہ مہلک اسباب انجام دیے جائیں تو پریشانیوں اور دقتوں سے دوچار ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔ آج امت زندگی کی بقا کے حوالے سے جن مصیبتوں سے جوجھ رہی ہے ان میں رزق کی بے برکتی اور تنگی بھی شامل ہے۔ یہ غالباً اکثر گھروں کا مسئلہ بن چکا ہے۔ کیا برسرِ روزگار، کیا بے روزگار سب کا یہی شکوہ ہے کہ ہماری کمائی اور رزق میں برکت نہیں ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ لوگ شکوہ تو کرتے ہیں مگر اس بے برکتی کے اسباب وعوامل پر نظر نہیں ڈالتے۔ کبھی یک سوئی کے ساتھ غور نہیں کرتے کہ اس کے وجوہات کیا ہیں۔ کہیں ہمارے ہی کردار وکرتوت کا نتیجہ تو نہیں۔ اگر ان پر کامل غور کریں اور ان سے اجتناب کریں تو ان شاء اللہ شکایت دور ہو سکتی ہے۔ رزق میں بے برکتی اور تنگی کے اسباب پر قرآن واحادیث اور کتبِ بزرگان دین میں خاصا مواد موجود ہے۔ اس چند صفحاتی مضمون میں ان سارے اسباب وعوامل کی حیطہ بندی نہیں ہو سکتی ہے؛ اس لیے صرف کچھ مخصوص اور موٹے اسباب کی نشان دہی کی جا رہی ہے ابتداً اگر انہی اسباب سے پہلوتہی کر لی جائے تب بھی کامیابی بہت حد تک متوقع ہے:

گھروں میں نماز کا ماحول نہ ہونا:

گھروں میں نماز کا ماحول نہ ہونا رزق کی تنگی اور بے برکتی کا ایک خاص سبب ہے۔ جن گھروں میں رہنے والے لوگ نمازی ہیں ان کے رزق میں بڑی برکت ہوتی ہے اور جن میں رہنے والے نماز نہیں پڑھتے وہاں بے برکت کا بسیرا ہے؛ اس لیے اپنے گھر والوں کو نماز کی پابندی کا حکم دینا بہت ضروری ہے رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَاؕ لَا نَسْــٴَـلُكَ رِزْقًاؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَؕ [۱۳۲]

ترجمہ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ، کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ہم تجھے روزی دیں گے۔ [پ:۱۶، طٰہٰ::۱۳۲]

اسی میں ہے:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى (۱۲۴)

ترجمہ: اور جس نے میری یاد سے منھ پھیرا تو بے شک اس کی معیشت تنگ ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے"۔ [طٰہٰ، آیت:۱۲۴]

المعجم الاوسط میں ہے:

"عن عبد الله بن سلام قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا نزل باهله الضيق امرهم بالصلاة ثم قرا: "وامر اهلك بالصلاة واصطبر عليها".

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ پر کوئی تنگی آتی تو آپ انہیں نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے پھر "**وامر اهلك بالصلاة واصطبر عليها**" کی تلاوت فرماتے"۔ [المعجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ۱/۲۵۸، حدیث:۸۸۶]

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب حضور پر نور ﷺ کے اہل خانہ کو کوئی حاجت پہنچتی تو آپ اپنے اہل خانہ کو ندا فرماتے: اے اہل خانہ! نماز پڑھو، نماز پڑھو"۔ [الزھد لابن حنبل، ص:۳۵، حدیث:۶۹]

درج بالا آیات واحادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ نمازوں کی

ادائیگی سے تنگی و بے برکتی ختم ہوجاتی ہے اس کے برخلاف اگر نمازوں سے غفلت برتی جائے اور ذکر خدا چھوڑ دیا جائے تو معیشت تنگ ہوجاتی ہے۔

رزق کی بے حرمتی:

رزق خواہ جو بھی ہو وہ اللہ تعالی کی بڑی اہم نعمت ہے، اس کی قدر ضروری ہے، ناقدری اور بے حرمتی سے کشادگی کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ بلکہ رزق اٹھالیا جاتا ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں:

"دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم البیت فرای کسرۃ ملقاۃ فاخذھا فمسحھاثم اکلھا وقال: یاعائشۃ !اکرمی کریمکِ؛ فانھا مانفرت عن قوم قط فعادت الیھم"۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا آپ نے اسے اٹھایا، صاف کیا پھر اسے کھالیا ،اور فرمایا اے عائشہ !احترام کے لائق چیز[رزق]کی عزت کرو؛ اس لیے کہ یہ رزق جب کسی قوم سے رخصت ہوا ہے تو دوبارہ واپس نہیں آیا ہے۔[سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب النھی عن القاء الطعام، ۴/ ۴۹، حدیث:۳۳۵۳]

شادیوں میں دکھاوا اور فیشن کے نام پر رزق کی بے حرمتی اور بربادی خاص طور سے جس طرح ہو رہی ہے وہ بہت ہی افسوس ناک ہے۔ اس میں عموما امیر و غریب سبھی مبتلا ہیں۔ سب پر لازم ہے کہ اس بے حرمتی کے وبال اور اس کی تباہ کاریوں سے ڈریں۔ ورنہ محرومی اور نامرادی مقدر ہے۔

گناہوں کی کثرت:

گناہوں کی نحوست بہت بھیانک ہوا کرتی ہے۔ ان کی وجہ سے محتاجی و تنگ دستی تو کیا ان کے علاوہ اور بہت ساری مصیبتیں لاحق ہوتی ہیں بلکہ انسان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ برے اعمال اور گناہوں کے سبب ہی پہنچتی ہے۔

سورۃ الشوری میں ہے: وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ۔

ترجمہ: تمھیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمھارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے۔[پ:۲۵، الشوری:۳۰]

آیت کریمہ بتاتی ہے کہ ہر مصیبت کا سبب گناہ ہے اس لیے اس کی روشنی میں ہر انسان کو غور کرنا چاہیے کہ ہمارے گھروں ،کمائیوں اور رزق میں بے برکتی کا سبب کیا ہے؟ کہیں ہمارے گناہ اور بداعمالیاں تو نہیں ؟ اگر ہاں تو توبہ و استغفار کی کثرت سے علاج کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ حدیث پاک میں صراحتاً آیا ہے کہ بندہ گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے:

المستدرک للحاکم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا یزید فی العمر الا البر،ولایردالقدر الا الدعاء، وان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ"۔

ترجمہ: نیکیوں سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے، دعا سے تقدیر پلٹ جاتی ہے اور بے شک بندہ گناہ کی وجہ سے اس رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے جو اسے پہنچنا ہوتا ہے۔[المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر، باب لایرد القدر۔۔ الخ، ۲/ ۱۶۲، حدیث:۱۸۵۷]

بدکاری و بے حیائی:

رزق میں بے برکتی کے اسباب میں سے ایک سبب بدکاری[زنا] بھی ہے جو بدقسمتی سے مسلم معاشروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ رب تعالی نے مختلف مقامات پر اس سے منع فرمایا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِیْلًا ۔

ترجمہ: اور بدکاری کے قریب نہ جاو بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ۔[پ:۱۵، بنی اسرائیل:۳۲]

اور بدکاری سے محتاجی آتی ہے شعب الایمان میں ہے:

"الزنا یورث الفقر"

ترجمہ: بدکاری محتاجی کا سبب ہے۔[شعب الایمان، الباب السابع والثلاثون۔۔۔ الخ باب فی تحریم الفروج، ۴/ ۳۶۳، حدیث:۵۴۱۷]

سود خوری:

سود خوری بھی بہت بری چیز ہے۔ رزق میں بے برکتی اور تنگی کا یہ بھی ایک بڑا سبب ہے ۔قرآن و احادیث میں بڑے سخت الفاظ میں اس کی مذمت کی گئی ہے بلکہ سود سے باز نہ آنے والوں کو اللہ

تعالی نے سورۃ البقرہ/۲۷۹ میں اعلان جنگ فرمایا ہے۔ ظاہری طور پر اگرچہ یہ دکھتا ہے کہ سود سے مال بڑھ رہا ہے مگر اس کا انجام و نتیجہ بے برکتی کی وجہ سے گھٹ کر انتہائی کم ہونا اور ختم ہونا ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالی سود کو مٹاتا ہے۔ اس لیے اپنی زندگی خوش حال اور بابرکت بنانے کے لیے اس سے احتراز از حد ضروری ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

"يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ"۔

ترجمہ: اللہ تعالی سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ [پ:۳، البقرہ:۲۷۶]

ارشاد الساری میں ہے:

"ایاکم والربا فانه یورث الفقر".

ترجمہ: اپنے آپ کو سود سے بچاؤ؛ کیوں کہ یہ تنگ دستی اور محتاجی لاتا ہے۔ [ارشاد الساری، کتاب مناقب الانصار، باب حدیث زید بن نفیل۔۔۔ الخ، ۸/۳۴۳، حدیث:۳۸۲۸]

تجارت اور لین دین میں جھوٹ بولنا:

جھوٹ برائی ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اس کے برخلاف سچ نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جانے والا عمل ہے۔ جو تاجر سچ بول کر تجارت اور لین دین کرتا ہے، اپنے سامان کا عیب نہیں چھپاتا اس کے رزق میں اللہ تعالی خوب برکتیں عطا فرماتا ہے اس کے برخلاف جو لوگوں سے جھوٹ بول کر، انہیں پردہ خفا میں رکھ کے اور دھوکہ دے کے چالاکی سے اپنا سامان فروخت کرتا ہے اس کے رزق میں برکت نہیں ہوتی۔ لہذا جھوٹ بول کر، اور دھوکہ دے کر اس طرح کے معاملات انجام دینا گناہ ہے اور بے برکتی و تنگی کا سبب بھی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے: "البیعان بالخیار مالم یتفرقا. اوقال: حتی یتفرقا. فان صدقاو بینا بورك لهما فی بیعهما، وان کتما و کذبا محقت برکة بیعهما".

ترجمہ: باہم لین دین کرنے والے الگ ہونے سے پہلے سودا قبول یا رد کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ پھر اگر وہ ایک دوسرے سے سچ بیان کردیں اور اپنی چیز کا عیب نہ چھپائیں تو ان دونوں کے لیے سودے میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ اور اگر وہ ایک دوسرے سے جھوٹ بولیں اور اپنی چیز کا عیب چھپالیں تو ان دونوں کے سودے سے برکت مٹادی جاتی ہے۔ [صحیح بخاری، حدیث:۲۰۷۹]

بلا وجہ بکثرت قسمیں کھانا: اور بلا وجہ کثرتِ قسم [زیادہ قسم کھانا] بھی ممنوع ہے اگرچہ سچی ہی کیوں نہ ہو؛ کیوں کہ خرید و فروخت میں زیادہ قسم کھانے سے جھوٹ میں پڑنے کا اندیشہ ہے اس کے علاوہ یہ مال میں بے برکتی کا سبب بھی ہے۔

صحیح مسلم میں ہے:

"ایاکم و کثرة الحلف فی البیع؛ فانه ینفق ثم یمحق".

ترجمہ: خرید و فروخت میں زیادہ قسم کھانے سے پرہیز کرو؛ کیوں کہ یہ [زیادہ قسمیں کھانا] اگرچہ مال بکوا دیتا ہے مگر برکت مٹادیتا ہے۔ [صحیح مسلم، کتاب المساقات والمزارعة، باب النھی عن الحلف، ص:۸۶۵]

ناپ تول میں کمی بیشی کرنا:

ناپ تول میں کمی بیشی کرنا [ڈنڈی مارنا] یہ بھی ہلاکت و بربادی اور بے برکتی کا ایک بڑا داعیہ ہے۔ مذہب اسلام میں یہ ایک سنگین جرم ہے، اس میں بندے کی حق تلفی کے ساتھ ساتھ اسے دھوکہ دینا اور ظلم کرنا بھی شامل ہے۔ اس لیے اس گناہ سے بچنا چاہیے۔

اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (۱)

ترجمہ: ناپ تول میں کمی بیشی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ [پ:۳۰، المطففین:۱]

آدمی ناپ تول میں خیانت اور بدنیتی کر کے جتنا بھی کمالے بے برکتی کی وجہ سے آخر کار وہ بربادی اور مختلف مصائب کے نذر ہو ہی جاتا ہے اس کے برخلاف جو ناپ اور تول میں عدل بحال رکھتے ہیں ڈنڈی نہیں مارتے ان کے لیے دنیا و آخرت میں خیر ہی خیر ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے:

"ولم ینقصوا المکیال والمیزان الااخذوا بالسنین وشدة المئونة وجور السلطان علیهم"۔

ترجمہ: اور جب لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں ان کو قحط سالی، روزگار کی تنگی اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعے سزا دی جاتی ہے۔ [سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث:۴۰۱۹]

مراۃ المناجیح میں ہے:

"کم تولنے کی نحوست سے روزی کی برکت اڑ جاتی ہے یا اس ذریعہ سے کمایا ہوا مال کسی نہ کسی وجہ سے آخر کار ہلاک ہو جاتا ہے۔

اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے مگر لوگ عبرت نہیں پکڑتے۔ حرام کمائی: حاکم، حکیم وکیل ہی کھاتے ہیں، حلال میں برکت ہے۔ حرام میں بے برکتی۔"[مراۃ المناجیح، ج:۷،ص:۱۷۵]

مالی حقوق[زکاۃ وغیرہ]ادانہ کرنا:

زکاۃ اسلام کا ایک بنیادی رکن اور اہم ترین مالی عبادت ہے اسے ادانہ کرنا بھی رزق میں تنگی اور بے برکتی کا سبب ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے:

"ولم یمنعوا زکاۃ اموالھم الا منعوا القطر من السماء، ولولا البھائم لم یمطروا"۔

ترجمہ: جب لوگ اپنے مال کی زکاۃ نہیں نکالتے ہیں تو ان پر آسمان سے بارش روک دی جاتی ہے۔ اگر زمین پر چوپایے موجود نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔[سنن ابن ماجہ ،کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث:۴۰۱۹]

المعجم الاوسط میں ہے:

"مامنع قوم الزکاۃ الا ابتلاھم اللہ بالسنین"۔

ترجمہ: جو قوم زکاۃ نہ دے گی اللہ عزوجل اسے قحط[خشک سالی] میں مبتلا فرمائے گا"۔[المعجم الاوسط، ج:۳، ص:۲۷۵، حدیث:۴۵۷۷]

مجمع الزوائد میں ہے:

"ماتلف مال فی بر و لا بحر الا بحبس الزکاۃ"۔

ترجمہ: خشکی وتری میں جو مال ضائع ہوا ہے وہ زکاۃ نہ دینے کی وجہ سے ہوا ہے"۔[مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فرض الزکاۃ، ج:۳،ص:۲۰۰، حدیث:۴۳۳۵]

دولت کے لالچ میں امیر گھرانے میں شادی کرنا اور جہیز کا جبری مطالبہ کرنا:

نکاح ایک نیک کام ہے نیک اور جائز مقاصد کے تحت ہی کرنا چاہیے چاہے امیر گھرانے میں کیا جائے یا غریب گھرانے میں۔ آج کل یہ بلا عام ہوگئی ہے کہ لوگ اولا تو اپنے بچوں کی مناسب عمر میں شادی نہیں کراتے جب کراتے ہیں تو مال ودولت اینٹھنے کے غرض سے جہیز کے نام پر بے جا جبری مطالبات کرتے ہیں یا پھر امیر گھرانے کا رخ کیا کرتے ہیں۔ یاد رہے جو ان غیر شرعی مقاصد کو لے کر نکاح کرتا ہے اللہ تعالی اسے پہلے سے زیادہ محتاج اور فقیر بنا دیتا ہے امت کو اس سے بچنا ضروری ہے۔

المعجم الاوسط میں ہے:

"من تزوج امراۃ لعزھا لم یزدہ اللہ الا ذلا، ومن تزوجھا لمالھا لم یزدہ اللہ الا فقرا، ومن تزوجھا لحسبھا لم یزدہ اللہ الا دناءۃ، ومن تزوج امراۃ لم یرد بھا الا ان یغض بصرہ ویحصن فرجہ او یصل رحمہ، بارک اللہ لہ فیھا وبارک لھا فیہ"

ترجمہ: جو کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کرے اللہ تعالی اس کی ذلت میں اضافہ کرے گا اور جو کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے اللہ تعالی اس کی محتاجی ہی بڑھائے گا اور جو کسی عورت کے حسب[خاندانی رتبے] کی وجہ سے نکاح کرے اللہ تعالی اس کے کمینے پن میں اضافہ فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی عورت سے صرف اس غرض سے نکاح کرے کہ اس کی آنکھ نیچی رہے گی، شرم گاہ محفوظ رہے گا یا صلہ رحمی کرے گا تو اللہ تعالی اس مرد کے حق میں عورت کو اور اس عورت کے حق میں مرد کو مبارک بنادے گا۔[المعجم الاوسط، ج:۲،ص:۱۸، حدیث:۲۳۶۲]

بلاحاجت وضرورت بھیک مانگنا:

رزق میں بے برکتی اور تنگی کے اسباب میں سے ایک سبب بلا حاجت وضرورت بھیک مانگنا بھی ہے۔ آج کتنے لوگ ہیں جنھوں نے غنی، صحیح وسالم ہونے اور بقدر کفایت رزق کے مالک ہونے کے باوجود گداگری کو پیشہ بنالیا ہے۔ احادیث طیبہ میں ایسوں کے لیے بہت سخت وعیدیں آئی ہوئی ہیں۔ اور یہ بے برکتی وتنگ دستی لانے کا راستہ بھی ہے۔ درج ذیل حدیث پاک میں ایسے لوگوں کے لیے درس عبرت ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:

"لایفتح الانسان علی نفسه باب مسالة الافتح اللہ علیه باب الفقر"۔

ترجمہ: جو لوگ اپنے لیے مانگنے کا دروازہ کھولتے ہیں، اللہ تعالی ان کے لیے محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔[مسند امام احمد بن حنبل، حدیث:۱۶۸۶]

یہ چند مخصوص اسباب وہ تھے جو قرآن واحادیث کی روشنی میں بیان کیے گئے ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے اسباب ہیں جو

ہمارے بزرگوں کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔امام برہان الاسلام زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۳ھ۔چھٹی صدی ہجری کے بلند پایہ عالم دین اور بزرگ گزرے ہیں۔انھوں نے اپنی کتاب "تعلیم المتعلم طریق التعلم" میں رزق کی تنگی اور بے برکتی کا باضابطہ ایک باب باندھا ہے۔اور بہت سارے اسباب بیان کیے ہیں مناسب لگتا ہے کہ انہیں بھی پیش کر دیے جائیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " لا يرد القدر الا الدعاء، ولا يزيد العمر الا البر، فان الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه"

مندرجہ بالا حدیث پاک نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثبت بهذا الحديث ان ارتكاب الذنب سبب حرمان الرزق خصوصا الكذب؛ فانه يورث الفقر، وقد ورد فيه حديث خاص وكذا نوم الصبحة يمنع الرزق، وكثرة النوم تورث الفقر وفقد العلم ايضا،... والنوم عريانا، والبول عريانا، والاكل جنبا، والتهاون بسقاطة المائدة، وحرق قشر البصل والثوم، وكنس البيت بالمنديل، وترك القمامة فى البيت، والمشى قدام المشائخ، ونداء الابوين باسمهما، والخلال بكل خشبة، وغسل اليدين بالطين والتراب، والجلوس على العتبة، والاتكاء على احد مصراعى الباب، والتوضو فى المبرز، وخياطة الثوب على بدنه، وتجفيف الوجه بالثوب، وترك بيت العنكبوت فى البيت، والتهاون بالصلاة، والابكار بالذهاب الى السوق، والابطاء فى الرجوع منه ، وشراء كسيرات الخبز من الفقراء السوال، ودعاء الشر على الولد، وترك تخمير الاوانى، واطفاء السراج بالنفس، كل ذالك يورث الفقر عرف ذلك بالآثار، وكذاا لكتابة بالقلم المعقود، والامتشاط بمشط منكسر، وترك الدعاء بالخير للوالدين، والتعمم قاعدا، والتسربل قائما، والبخل والتقتير، والاسراف والكسل والتوانى، والتهاون فى الامور.

ترجمہ: اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ گناہوں کا ارتکاب رزق سے محرومی اور تنگی کا سب ہے۔خاص طور سے جھوٹ؛ کیوں کہ یہ محتاجی اور تنگی لاتا ہے اور اس کے بارے میں ایک خاص حدیث پاک بھی وارد ہے۔اور اسی طرح صبح کے وقت سوئے رہنا رزق میں بے برکتی پیدا کرتا ہے اور زیادہ سونا بھی محتاجی اور فقدانِ علم کا باعث ہے۔

بے لباس سونا۔ننگا ہوکر پیشاب کرنا۔جنابت[ناپاکی] کی حالت میں کھانا کھانا۔دستر خوان پر گرے ہوئے دانے اٹھاکر کھانے میں کسرِ شان سمجھنا۔پیاز اور لہسن کے چھلکے جلانا۔گھر میں کپڑے سے جھاڑو لگانا۔کوڑا گھر ہی میں چھوڑ دینا۔[بے ادبی کے ارادے سے]مشائخ کے آگے آگے چلنا۔ماں باپ کو نام لے کر پکارنا۔مخصوص خلال چھوڑ کر دوسری ہر طرح کی لکڑی سے خلال کرنا۔کچی یا پکی مٹی سے ہاتھ دھونا۔چوکھٹ پر بیٹھے رہنے کی عادت بنانا۔دروازے کے ایک حصہ پر ٹیک لگا کر کھڑے ہونا۔بیت الخلا[ٹوائلیٹ] میں وضو کرنا۔بدن ہی پر کپڑا سی لینا۔چہرہ، زیب تن کیے ہوئے لباس سے خشک کرنا۔گھر میں مکڑی کے جالے لگے رہنے دینا۔نماز میں سستی کرنا۔صبح سویرے بازار جانا۔بلاوجہ کافی دیر سے بازار سے واپس آنا۔محتاج بھکاریوں سے روٹی کے ٹکڑے خریدنا۔اپنی اولاد کو بددعا دینا۔کھائے ہوئے برتن صاف نہ کرنا۔چراغ پھونک مار کر بجھانا۔یہ سب محتاجی اور تنگی کے اسباب ہیں جو آثار واحادیث سے ماخوذ ہیں۔

اور اسی طرح ٹوٹے ہوئے قلم سے لکھنا۔ٹوٹی ہوئی کنگھی استعمال کرنا۔والدین کے لیے بھلائی کی دعا نہ کرنا۔بیٹھ کر عمامہ باندھنا۔کھڑے ہوکر پاجامہ پہننا۔بخیلی اور کنجوسی کرنا۔فضول خرچی، سستی اور کاہلی کرنا۔اور کاموں میں سستی کرنا۔[تعلیم المتعلم طریق التعلیم، مطبوعہ مکتبۃ البشری کراچی، پاکستان، ص:۵۸،۵۹]

بے برکتی اور تنگی کے وبال اور اس کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لیے لازم ہے کہ پہلے اسباب ترک کیے جائیں۔ورنہ اسباب کا دامن پکڑ کے تنگیِ رزق کا شکوہ کرنا دانش مندی نہیں ہے۔

☆☆☆

جماعت اہل سنت کے دو عظیم دانشور اور مفکر و مصنف کے باہم روابط

اہل سنت و جماعت کی عظیم اور مرکزی دانش گاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے فرزندانِ عالی وقار میں علما و مشائخ، فقہا و محدثین، مصنفین و مفکرین اور مناظرین و قائدین کی جو جماعت ابھر کر سامنے آئی، ان میں قائد اہل، مناظرِ اسلام، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری اور رئیس التحریر حضرت علامہ محمد یٰسین اختر مصباحی رحمھما اللہ الباری کی حیثیت متعدّد جہتوں سے منفرد و ممتاز ہے۔ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ان دونوں فرزندوں میں بڑی مناسبت اور فکری ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ دونوں ایک ہی میکدے کے بادہ خوار تھے۔ ایک ہی گلشن [باغ فردوس] کے مہکتے گلاب تھے۔ دونوں استاذ بھائی تھے اور جادۂ دعوت و تبلیغ کے پُر عزم مسافر تھے۔ عاجزی و خاکساری اور شانِ بے نیازی میں دونوں بے نظیر تھے۔ ایک رئیس القلم تھے اور دوسرے رئیس التحریر۔ دونوں اسلامی ادب کے نمائندہ و ترجمان اور مذہبی صحافت کے معزز رکن تھے۔ دونوں آفاقی ذہن و دماغ کے مالک اور وسعتِ فکر و نظر کے حامل تھے۔ ہاں! عمر، تجربہ اور سینیئرٹی اور جونیئرٹی کے فرق کے ساتھ دونوں میں ایک بڑا فرق یہ تھا کہ ایک کی نظر انفس و آفاق پر تھی اور دوسرے کی نظر برصغیر پاک و ہند پر۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنے خامۂ اعجاز رقم سے امتِ مسلمہ کے قبلۂ فکر و نظر درست رکھنے، مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی اور ان کی بروقت رہنمائی و نمائندگی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ افسوس کہ ان دو مقتدر ہستیوں میں سے اول الذکر [حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ] کی زیارت کا شرف راقم کو حاصل نہ ہو سکا۔ البتہ ان کی گراں قدر تحریرات اور بیش قیمت کتب و رسائل کے مطالعے سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ حضرت قائد اہل سنت کی ادبیت سے لبریز تحریر اور ان کے مخصوص اسلوبِ تحریر نے ہزاروں افراد کی طرح راقم کو بھی بیحد متاثر کیا ہے۔

جس وقت یہ فقیر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور کا مدیر تھا، اس دوران آخر الذکر [علامہ یٰسین اختر مصباحی] سے ملاقات اور بذریعۂ موبائل رابطہ کا شرف حاصل رہا۔ حالاتِ حاضرہ کی بھرپور عکاسی کرنے والے ان کے بیش بہا "اداریوں" نے راقم کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ آج تک حافظے میں یہ بات موجود ہے کہ زمانۂ طالب علمی [جماعتِ خامسہ] میں محبِ گرامی حضرت مولانا امتیاز احمد وارثی کلکتوی نے طلبۂ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی طرف سے نکلنے والے جداریہ "پیغامِ اسلام" کا مجھے مدیرِ اعلیٰ بنا دیا۔ اداریہ پورے رسالہ کی جان اور مجلہ کی روح ہوا کرتا ہے اور مدیر، رسالے کا سب سے حسّاس فرد اور بیدار مغز انسان ہوتا ہے، جس کی تحریر رسالے کی قدر و قیمت اور معنویت میں اضافہ کرتی ہے۔ اس وقت یہ سوچ کر کہ "اداریہ کیسے لکھا جاتا ہے اور اداریے کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟"۔ علامہ یٰسین اختر مصباحی کے اداریوں کا مجموعہ "نقوشِ فکر" کا بالاستیعاب مطالعہ کر بیٹھا اور اس کے بعد ہی سے ان کا مداح بن بیٹھا۔ "نقوشِ فکر" علامہ موصوف کی علمی صلاحیت، تحریری مہارت، صحافتی بصیرت، سیاسی شعور اور ان کی بیدار مغزی کا نمونہ

ہے۔

علامہ یٰسین اختر مصباحی کو اردو کے علاوہ فارسی و عربی زبان میں بھی کمال حاصل تھا۔ قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ گاہے بگاہے کچھ رسالے اور کتابچے آپ کے پاس تعریب [اردو سے عربی میں منتقل کرنے] کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مشہور تصنیف "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" کا مصباحی صاحب نے بڑا عمدہ اور سلیس اردو ترجمہ کیا ہے۔ تقریباً آٹھ سال قبل راقم الحروف نے اس مترجم کتاب پر تبصرہ لکھ کر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور میں شائع کیا تھا۔ جب آپ عرس حافظ ملت کے موقع پر تشریف لائے اور میرے ان سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ ''ترجمہ الفوز الکبیر'' پر آپ کا تبصرہ دیکھا، ماشاء اللہ اچھا لکھا ہے، لیکن بزرگ اور معمر حضرات کو ''قلم کار'' کے بجائے ''صاحبِ قلم'' لکھنا چاہیے''۔ مصباحی صاحب کی اس نصیحت اور تنبیہ کا اثر یہ ہوا کہ بزرگ حضرات کے حق میں ''قلم کار'' جیسی ترکیب راقم بھول کر بھی استعمال نہیں کرتا۔ در اصل ''قلم کار'' ہر ایرے غیرے لکھاڑی کے لیے بول دیا جاتا اور لکھ دیا جاتا ہے، لیکن ''صاحبِ قلم'' میں ادب کا پہلو زیادہ پایا جاتا ہے اور یہ بزرگ حضرات کے لیے موزوں و انسب مانا جاتا ہے۔ بہر کیف! علامہ یٰسین اختر مصباحی اپنی جماعت کے ایک نامور عالم دین، ممتاز صاحبِ قلم اور عظیم دانش ور تھے۔ ان کی دینی و علمی و تصنیفی خدمات قابلِ قدر ہیں۔'' چھوٹا اپنے بڑے کو بڑا سمجھے تو یہ زیادہ اہمیت کی بات نہیں ہے، لیکن بڑا شخص کسی بڑے آدمی کی بڑائی کو تسلیم کرے اور ان کے بڑکپن کا اعتراف کرے تو یہ بڑی بات ہے۔ زیرِ نظر عنوان ''رئیس التحریر: رئیس القلم کے خطوط کی روشنی میں'' پر کچھ باتیں ہدیۂ ناظرین ہیں۔

قائدِ اہلِ سنت، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ اپنی جماعت کی اس نام ور ہستی اور اولو العزم شخصیات میں ہیں، جنہوں نے بیک وقت مختلف محاذوں پر اکیڈمک انداز میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ ان کی ہمہ جہت دینی، ملی، علمی، قلمی، تصنیفی، دعوتی، سماجی، سیاسی، ملکی اور تنظیمی و تحریکی خدمات نے پورے عہد کو متاثر کیا ہے۔ بیسویں صدی کے نصفِ آخر میں اکابرین کو چھوڑ کر ایسی انقلابی فکر رکھنے والی شخصیت دور دور تک نظر نہیں آتی۔ ان کی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ "دعوت اسلامی" اور "ورلڈ اسلامک مشن" جیسی عالمی دعوتی تنظیم کی بنیاد رکھنے والے اس شاہین صفت عالم و قائد نے فروغِ دین و دانش اور دعوت و تبلیغ کے حوالے سے ریکارڈ توڑ خدمت انجام دی ہے۔ حضرت قائدِ اہل سنت کے ملی درد، جذبۂ تبلیغ، دینی تڑپ اور امتِ مسلمہ کی فلاح و بہبود کے تئیں جذبۂ بیکراں کا نظارہ دیکھنا ہو تو ان کے مجموعۂ خطوط "بریدِ مشرق" کا مطالعہ کریں۔ پاکستان کے ایک دانش ور کی رائے ہے کہ ان خطوط کو نصاب کے طور پر مدارس میں پڑھایا جانا چاہیے، تاکہ طالبانِ علومِ دینیہ میں دعوت و تبلیغ کے پاکیزہ جذبات پیدا ہو سکیں۔ نبیرۂ قائدِ اہلِ سنت ڈاکٹر خوشتر نورانی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بے پناہ محنت و مشقت سے ان خطوط کو جمع کر کے نئی نسل کے علما کو دعوت و تبلیغ کے حوالے سے غور و فکر کے مواقع فراہم کیے ہیں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

مکتوب نگاری کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مکاتیب اپنے اندر بڑی کشش، جامعیت اور تاریخی و تمدنی معلومات کا خزانہ رکھتے ہیں۔ اردو ادب کی غیر افسانوی اصناف میں خطوط نگاری اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے کافی اہمیت کی حامل سمجھی جاتی ہے۔ مکتوب نگاری کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اپنے اندر بڑی کشش، جامعیت اور معلومات کا خزانہ رکھتی ہے۔ خطوط اپنے عہد و ماحول کا آئینہ دار اور دو شخصیتوں [مکتوب نگار و مکتوب الیہ] کے باہمی تعلقات و مراسم کو بہتر انداز میں اجاگر کرتے ہیں، جن سے قارئین دونوں کی فکر و شخصیت کا بخوبی اندازہ لگا لیا کرتے ہیں۔ خطوط میں شخصیت چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہے اور اپنے جذبات و احساسات کا برملا اظہار کرتی نظر آتی ہے۔ اس لیے سوانح نگاری و تذکرہ نویسی میں مکاتیب کی حیثیت کلیدی تسلیم کی گئی ہے۔ وہ عظیم شخصیات جن کے فکر و فن کے بہت سارے گوشے پردۂ خفا میں ہوتے ہیں، ان کے مکاتیب کے ذریعے ہی نمایاں ہوتے ہیں۔ ''مکتوب نگاری کی اہمیت'' کے حوالے سے یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

خطوط میں ہمارے لیے وہی کشش ہوتی ہے، جو ہمارے لیے ہمارے دوستوں میں ہوتی ہے .... ریاضی کے مسئلے، ایمان کی نفاستیں، افسانوں کی پرچھائیاں، یہ سب پردے ہیں۔ اس لیے اگر آپ اپنے ہمسایہ کی سرگوشیاں سننا چاہتے ہیں، اسے نمایاں دیکھ کر قہقہہ لگانے کا جذبہ آپ کے دل میں ہو تو ادبی کارناموں کے بجائے اس کے خطوط کا روحانی سفر کیجیے۔ یہ نسخہ سہل ہے۔ خطوط میں آپ حکومتوں کا زوال دیکھیں گے، ان میں بیمار بعض اوقات تندرست معلوم ہوں گے، غم پسند خوش نظر آئیں گے۔ جنھیں آپ مغرور سمجھتے ہیں، انہیں انسان دوست پائیں گے۔ جنہوں نے میدان فتح کیے ہیں، ان میں گہری نسائیت ملے گی۔ خاک کے تودوں میں جذبہ پائیے گا۔ مردم بیزاری میں نرمی، نزاکت اور خلوص کی آنچ ہوگی۔[اردو نثر کا فنی ارتقا، ص: ۳۹۹، مطبوعہ: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی]

حضرت قائد اہل سنت کے خطوط امت مسلمہ کی ہمہ جہت پسماندگی اور جیتے جی قومی و ملی موت کا گویا مرثیہ ہے۔ آپ کے مکاتیب خالص دعوتی نوعیت کے ہیں۔ بیسویں صدی کے اواخر میں جماعتی صورت حال کیا تھی، ملکی و عالمی سطح پر مذہب اسلام کی منظم دعوت و تبلیغ کے لیے کون سا طریقۂ کار اور لائحۂ عمل اپنایا جائے، نیز ایک داعی کو کن اوصاف و خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے، یہ ساری باتیں آپ کے خطوط میں موجود ہیں۔ ایک ایک مکتوب سے آپ کی جذبۂ تبلیغ، قومی درد، ملی فلاح و بہبود اور جماعتی شیرازہ بندی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ دعوت و تبلیغ کے لیے جہاں بہت سارے امور کی ضرورت ہے، وہیں "صحافت" بھی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اس سے پہلو تہی اختیار کر کے مؤثر دعوت و تبلیغ کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ذیل کے مکتوب میں قائل اہل سنت، یٰسین اختر مصباحی کو "الدعوۃ الاسلامیۃ" کے عربی ایڈیشن کی ادارت کی ذمہ داری قبول کرنے اور جدید عربی ادب میں مہارت حاصل کرنے پر زور دیتے ہیں، تاکہ عالمی سطح پر اسلام و سنیت کی بہتر نمائندگی ہو سکے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

مکرمی حضرت مولانا یٰسین اختر صاحب زید کرمہ۔۔۔ السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

بہت دنوں سے آپ نے کوئی خط نہیں لکھا۔ آپ سے یہ توقع تقریبًا ناممکن ہے کہ آپ سرد مہریوں کے شکار ہو گئے ہوں۔ بہر حال مشترکہ مکتوب کے علاوہ خصوصی طور پر آپ کو مخاطب بنانے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ "الدعوۃ الاسلامیۃ" کے عربی ایڈیشن کے لیے ادارت کا فرض آپ کو انجام دینا ہے اور یہ خدمت اعزازی نہیں بلکہ ہم معقول بدل خدمت میں پیش کریں گے۔ عربی ایڈیشن کے لیے زیادہ تر مواد آپ کو اردو ایڈیشن سے مل جائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ یہ خدمت آپ قبول فرمائیں گے۔ اس کام کے شروع کرنے میں میرا خیال ہے کہ تین ماہ کا عرصہ لگ جائے گا۔ اس درمیان آپ جدید عربی ادب میں مزید مہارت حاصل کر لیں۔ اس سلسلے میں آپ کی "ہاں" کا میں شدت سے انتظار کروں گا۔ غالبًا الجامعۃ الاشرفیہ [مبارک پور] کے اس عظیم مفاد کو بھی آپ نظر انداز نہ فرمائیں گے کہ "الدعوۃ الاسلامیۃ" عربی ایڈیشن کے ذریعے الجامعۃ الاشرفیہ کی آواز سارے عرب ممالک میں پہنچ جائے گی۔[بریدِ مشرق، ص:۱۵۷، ادارہ فکر اسلامی، نئی دہلی]

اسی طرح حضرت قائد اہل سنت ۲۸/ مئی ۱۹۷۵ء کو بریڈفورڈ، برطانیہ سے ارسال کردہ مکتوب میں اپنی بے پناہ مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے وقت کے کارواں کا تیزی سے گذرنے اور ایامِ زندگانی کو غنیمت سمجھتے ہوئے دینی و ملی کاموں میں مصروف رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور مولانا یٰسین اختر مصباحی کو لکھتے ہیں:

"اسلامک مشنری کالج" سے متعلق اردو میں دو کتابوں کا مسودہ بھیج رہا ہوں۔ از راہِ کرم اسے عربی زبان میں منتقل کر کے بھیج دیں۔ اس کام میں تاخیر سے کام نہ لیں، فوری ضرورت ہے۔ آج کل مصروفیات کی یلغار ہے۔ خدا ہماری مشکل کو آسان کرے۔ آپ حضرات بھی مستعدی کے ساتھ [کاموں میں] دلچسپی لیجیے۔ وقت کا کارواں ہماری بیداری کا انتظار نہیں کرے گا۔[بریدِ مشرق، ص:۱۶۰]

قائدِ اہل سنت، مصباحی صاحب کو اعتماد کی نظروں سے دیکھتے تھے اور اپنے ہمہ جہت دینی و ملی و تنظیمی کاز کی تکمیل کے لیے ان کو اپنا مشیرِ کار، ہمنوا اور معتمد گردانتے تھے۔ ان کے اداریوں کو "فکر انگیز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ 36 پر)

اسم گرامی:

آپ کا اسم گرامی مجیب الرحمٰن ہے، مذہباً حنفی، مسلکاً سنی اور مشرباً اشرفی ہیں، مراد آباد کی عظیم دانش گاہ الجامعۃ النعیمیہ سے فراغت کی وجہ سے نعیمی بھی لکھتے تھے۔

ولادت:

۱۹۳۰ء میں علاقہ گوال پوکھر کے رحمٰن نگر، کھچڑا نامی کوردہ گاؤں کے ایک دین دار گھرانے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

جائے پیدائش:

مقام: رحمٰن نگر کھچڑا، ڈاک خانہ: کونیہ بھیٹہ، تھانہ: گوال پوکھر، اتر دیناج پور، بنگال۔

خاندانی پس منظر:

آپ کے والد ماجد عالی جناب گل محمد صاحب مرحوم دین دار، صوم و صلاۃ کے پابند اور نیک سیرت تھے، پیشہ کے اعتبار سے کاشت کار تھے، انھیں علم دین اور علماے کرام سے والہانہ عقیدت تھی یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں جب کہ پورے علاقے میں تقریباً پندرہ بیس علما ہوتے تھے آپ نے اپنا عنان توجہ دینی تعلیم کی طرف متوجہ کیا اور اپنے پسر نیک اختر حضرت مولانا مجیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بڑی علمی دانش گاہ سے تعلیم دلوایا۔

تعلیم:

مدرسہ اشرفیہ مجگاؤں میں ناظرۂ قرآن کریم اور فارسی، اردو کی ابتدائی تعلیم حاصل کی، بائسی پورنیہ کی بڑی قدیم اور عظیم الشان دانش گاہ تنظیم المسلمین کا اس زمانے میں سیمانچل میں غلغلہ تھا، اہل سنت و جماعت کی بڑی قد آور شخصیات، عبقری علما وہاں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے، انہی نفوس قدسیہ کے خوان علم و فضل سے خوشہ چینی کے لیے تنظیم المسلمین بائسی تشریف لے گئے، وہاں تقریباً دس سال رہ کر فارسی کی اعلیٰ تعلیم گلستاں، بوستاں، زلیخا یوسف، بہار دانش وغیرہ سے لے کر عربی کے ابتدائی اور متوسط درجات کی تعلیم انتہائی عرق ریزی، جاں کاہی اور جاں فشانی کے ساتھ حاصل فرمائی، اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کی غرض سے مرادآباد تشریف لے گئے اور سر زمین مراد آباد کی سب سے عظیم وقدیم دانش گاہ الجامعۃ النعیمیہ کی علمی و روحانی فضا میں داخل ہوئے، اور فضیلت تک کی منتہی کتابیں پڑھیں۔

فراغت:

آپ کے کچھ معاصر علماے کرام سے یہ معلوم ہوا کہ ۱۹۶۰ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے جلسۂ دستار بندی میں عبقری علماے کرام، اساطین امت کے مقدس ہاتھوں خلعت و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

عقد مناکحت اور اولاد:

مجگاؤں کے عالی جناب شام علی صاحب مرحوم کی دختر نیک اختر صاحب جان سے آپ کا نکاح ہوا۔ ان کے بطن سے کل آٹھ اولاد ہیں، جن کے نام یہ ہیں:

محمد محبوب عالم، محمد شفیع عالم۔ آمنہ خاتون، سلمٰی خاتون، ناصرہ خاتون، نور بانو، ماہ نور اور لعل بانو۔

بیعت وارادت:

آپ کو خانوادۂ اشرفیہ کے عظیم مرد قلندر، سرکار کلاں حضرت علامہ مختار اشرف اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

تدریسی خدمات:

تیلان کا مدرسہ:

گواگاؤں سے پورب اور اتر جانب ایک تیلان نامی گاؤں ہے اُس زمانے میں یہاں کے باشندگان مسلک اعلیٰ حضرت کے پیرو کار تھے، اہل سنت وجماعت کے مراسم ومعمولات پر کاربند تھے، بدقسمتی سے اب اس گاؤں کے بیش تر باشندگان دیوبندی ہوگئے۔ والعیاذ باللہ۔ موصوف فراغت کے بعد اسی گاؤں کے مدرسے میں متلاشیان علم کی علمی تشنگی بجھانے کے لیے تشریف لے گئے، تقریبًا آٹھ سال تک بڑی جاں فشانی کے ساتھ فرزندان اسلام کو تعلیم و تربیت سے آراستہ فرمایا۔

مدرسہ اشرفیہ مجگاؤں:

آج سے تقریبًا پچیس تیس سال پہلے نونہالان اسلام کی دینی تعلیم کے لیے ہر گاؤں میں مکتب یا مدرسہ نہیں ہوتا تھا، زیادہ تر لوگ قلاش اور مفلوک الحال ہوتے تھے، بمشکل اپنی اور اپنی اولاد کی کفالت کر پاتے، اس زمانے میں مجگاؤں میں ایک شان دار مدرسہ تھا، اس کے گرد و نواح کی بستیوں مثلاً تال چپوا، رحمٰن نگر وغیرہ سے بھی طلبہ اسی ادارے میں جاکر تعلیم حاصل کرتے تھے، آٹھ سال تیلان میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد موصوف کا اسی ادارے میں تقرر ہوا اور کامل تین سال تک بہت سارے طلبہ کو آپ نے تعلیم وتربیت کے رنگ وروغن سے آراستہ فرمایا۔

مدرسہ اتحادالمسلمین کشن گنج:

یہ ادارہ چکلہ گھاٹ، کشن گنج میں واقع ہے، اہل سنت و جماعت کا ایک قدیم ترین ادارہ ہے، یہاں صرف ناظرہ اور ابتدائی تعلیم نہیں ہوتی تھی بلکہ عربی درجات کی بھی معقول اور شاندار تعلیم کا انتظام تھا، مدرسہ اشرفیہ مجگاؤں سے مستعفی ہوکر موصوف اسی ادارے میں تشریف لے گئے اور کئی سال تک بڑے تزک و احتشام، جاں کاہی و جاں فشانی کے ساتھ تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، اس ادارے میں آپ نے جن طالبان علوم نبویہ کو دینی تعلیم سے آراستہ فرمایا آج معاصرین میں ان کی ایک شناخت ہے، فقیہ عصر حضرت مفتی محمد شعیب عالم قادری نعیمی، حضرت مولانا مختار احمد مصباحی اور حضرت مولانا نوشاد عالم جامعی، استاذ جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ نے اسی ادارے میں آپ سے اکتساب فیض کیا ہے۔

دارالعلوم فیض عام:

کونہ ونوری نگر کمات اور اس کے گرد و نواح کی بستیوں میں نونہالان اسلام کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے کوئی ادارہ نہیں تھا۔ ۱۹۵۰ء میں دین وسنیت کے تحفظ وبقااور نئی نسل میں دینی رغبت پیدا کرنے کے لیے مبلغ اسلام، شیر بنگال حضرت مولانا غیاث الدین علیہ الرحمہ نے اس ادارے کی بنیاد رکھی، مدرسہ اتحاد المسلمین سے مستعفی ہوکر موصوف اسی ادارے میں تشریف لائے اور کامل دو سال تک تدریسی خدمات انجام دیے۔

مدرسہ مظہر العلوم ہجلہ، منڈیل، بائسی:

دارالعلوم فیض عام سے مستعفی ہوکر اپنے گھر میں قیام کیے ہوئے تھے، نقاہت وضعف کی وجہ سے کچھ آرام کرنا چاہ رہے تھے، مگر مدرسہ مظہر العلوم کے ارکان اور ارباب حل وعقد کا اصرار اتنا شدید تھا کہ آپ انکار نہ کر سکے، کئی سال تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، اسی اثنا میں کچھ زیادہ ہی علیل ہوگئے، گھر تشریف لائے اور کچھ دنوں کے بعد مالک حقیقی سے جا ملے۔

تبلیغی سرگرمیاں:

آج کی بہ نسبت تیس پینتیس سال قبل جہالت، شریعت سے ناآشنائی، توہم پرستی کچھ زیادہ ہی تھی، عام لوگ طہارت، وضو غسل، نماز، روزہ تک کے ضروری احکام و مسائل سے نابلد و ناواقف تھے، بروقت کوئی رہنمائی کرنے والا بھی نہیں ملتا، دُعاۃ ومبلغین کی بھی از حد قلت تھی، خال خال کسی کسی گاؤں میں ایک دو عالم دین ہوتے، ایسے مشکل اوقات میں دینی احکام ومسائل میں خلق خدا کی رہنمائی کرنا جہاں بہت ضروری تھا وہیں بہت مشقت خیز بھی۔ اللہ جزائے خیر عطا فرمائے اس دور کے علمائے کرام کو جو بے پناہ صعوبتیں برداشت کرکے لوگوں کی اصلاح کا قابل رشک کارنامہ انجام دیتے رہے، ان سعادت مند علما میں ایک نام ممدوح

موصوف کا بھی ہے ،گواگاؤں اور اس کے اطراف واکناف میں قریہ قریہ چھوٹی چھوٹی محفلوں میں شرکت کرکے لوگوں کو سیٔات کی شناخت کرائے ، ثواب و گناہ ،نیکی و بدی کی حقیقت سے آشنا کیا ، اچھے بُرے کی پہچان بتائی ، حتی الامکان وضو وغسل ، نماز ، روزہ کے ضروری احکام ومسائل سے روشناس فرمایا، اہل سنت وجماعت کے شعائر بتائے ، سنی دیو بندی میں فرق واضح کیااور اس طرح لوگوں کے دین وسنیت کے تحفظ وبقاکے حوالے سے کارہاے نمایاں انجام دیے۔

واضح رہے کہ موصوف کا دائرۂ تبلیغ محض گواگاؤں اور اس کے اطراف واکناف ہی نہیں ہیں بلکہ آپ نے ایک لمبا وقت تشنگان علوم کی سیرابی کے لیے چکلہ کشن گنج کی سرزمین پر بھی گزارا ہے ، تدریس کے ساتھ ساتھ اس نوعیت کے تبلیغی کام آپ نے وہاں بھی انجام دیے ہیں ، بائسی علاقے کی معروف جگہ بحلہ منڈیل میں بھی متعدد سالوں تک قیام رہا، وہاں بھی تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ تبلیغی کارنامے انجام دیتے رہے ، گواگاؤں سے پورب اتر جانب تیلان نامی گاؤں کے مدرسے میں تقریباً آٹھ سال تک دین متین کی خدمات انجام دیں، اس دوران اس سے متصل قریات میں تبلیغی کام بھی کرتے رہے۔

وفات:

زندگی کے آخری کچھ سالوں میں نقاہت وعلالت کی وجہ سے درس وتدریس کا سلسلہ موقوف فرمادیے ،اپنے گھر ہی رہتے اور قرب وجوار کے لوگوں کی گاہے بگاہے اصلاح فرماتے ،کچھ دنوں بعد زیادہ ہی علیل ہوگئے اور مارچ ۲۰۰۳ء بروز جمعرات حضرت اپنے مالک حقیقی سے جاملے ۔ اناللہ واناالیہ راجعون ۔ نماز جنازہ آپ کے تلمیذ ارشد فقیہ عصر حضرت مفتی محمد شعیب عالم قادری نعیمی صاحب قبلہ نے پڑھائی ،آپ کے گاؤں سے نصف کیلو میٹر کے فاصلے پر کٹھل باڑی میں اہل سنت وجماعت کا تقریباً باون بیگھے وسیع وعریض خطۂ اراضی پر مشتمل قبرستان ہے ،اسی میں آپ کی تدفین عمل میں آئی ۔ ☆☆☆

بقیہ صفحہ 33 کا

اور ذہن ساز اداریہ" کہتے تھے ۔ راقم نے بہت پہلے علامہ موصوف کا یہ حقیقت آمیز جملہ کہیں پڑھا تھا کہ "اپنی جماعت میں اداریہ یا تو میں لکھتا ہوں یا پھر آپ [یٰسین اختر مصباحی] لکھتے ہیں" ۔ اسی طرح قائد اہل سنت ، یٰسین اختر مصباحی کی علمی و ادبی صلاحیتوں کے قائل تھے ، ان کو مزید نکھارنے اور جادۂ تبلیغ کا ایک پُرعزم مسافر بنانے کے لیے مفید مشوروں سے نوازتے تھے ۔ ان کو جدید عربی کے ساتھ انگریزی زبان سیکھنے کی تلقین کرتے تھے ۔ کیوں کہ جدید عربی ادب اور انگریزی زبان میں کمال حاصل کیے بغیر عالمی سطح پر دین و سنیت کی خدمات بحسن و خوبی انجام نہیں دی جا سکتیں ۔ نئی نسل کے علماو مبلغین کو اس پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے ۔ اس حوالے سے قائد اہل سنت ، مصباحی صاحب کو کچھ اس طرح نصیحت فرماتے ہیں اور ملی فلاح و بہبود کے لیے یوں ذہن سازی کرتے ہیں :

میرے خیال میں آپ کے لیے بہتر ہوگا کہ آپ یہاں [برطانیہ] دو سال قیام کرکے انگریزی زبان پر عبور حاصل کرلیں ۔ اس کے بعد جی چاہے تو ایک سال کے لیے قاہرہ [مصر] چلے جائیں ۔ میں آپ کی رائے کا انتظار کروں گا ۔ [ایضاً، ص:۱۳۵]

" آپ عربی زبان کے جدید لٹریچر کا مطالعہ جاری رکھیں ۔ مجھے امید ہے کہ انگریزی زبان کی تحصیل کے بعد آپ عالمی سطح کی ایک نمایاں شخصیت بن جائیں گے ۔ خدائے قدیر آپ کی مدد فرمائے ۔ اہل سنت کے منتخب نوجوان علما کو کسی ایک فن یا مختلف زبانوں میں درجۂ امتیاز و انفرادیت کے حصول کے لیے میں اپنے سارے ممکنہ وسائل استعمال میں لاؤں گا ۔" [مرجع سابق، ص:۱۳۹]

ایک محتاط اندازے کے مطابق حضرت قائد اہل سنت نے مختلف اوقات میں مصباحی صاحب کو دو درجن سے زائد خطوط لکھے ہیں ، جن سے دونوں بزرگوں کے باہمی تعلقات و روابط ، جذبۂ تبلیغ ، ملی خیر سگالی اور ان کی جماعتی و مسلکی دردمندیوں کا اندازہ ہوتا ہے ۔ نیز ان مکاتیب سے یٰسین اختر مصباحی کی فکر و شخصیت کے بہت سارے پہلو اجاگر ہوتے ہیں ۔ اللہ رب العزت ان دونوں بزرگوں کی خدمات کو شرف قبولیت عطائے اور ان کے متعین کردہ خطوط پر نوجوان علمائے کرام کو چلنے کی توفیق ارزاں فرمائے ۔ آمین !!

آخری قسط

ملک العلما سیمانچل میں

مفتی محمد شہروز کٹیہاری: موہنا، چوکی، کدوا، کٹیہار، بہار

ملی خدمات:

۱۹۲۲ء سے ہی بہار مدرسہ اگزامیشن نامی ایک بورڈ قائم تھا۔ وسطانیہ تافاضل امتحانات منعقد کروانا اور نتائج کا اعلان اس بورڈ کی ذمہ داری تھی۔ جناب غلام سرور کے وزارت تعلیم کے زمانے میں غالباً ۱۹۷۹ء میں اگزامیشن بورڈ تحلیل ہوکر بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی۔ مولانا عبدالعلیم علمی جناب غلام سرور کی سفارش سے اس بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور دو ٹرم تک ممبری کا موقع ملا۔ اس دورانیہ میں سیکڑوں مدارس کا الحاق بورڈ سے کرایا۔ ۱۹۶۲ء میں بہادر گنج علاقہ میں ایک کتب خانہ بنام علمی خانہ قائم فرمایا۔ رجسٹر حاضری طلبہ واساتذہ تیار کر کے شائع کیے۔ یہ رجسٹر بہار بورڈ سے ملحقہ مدارس میں رائج ہیں۔ متعدّد مذہبی اور علمی کتابیں بھی شائع فرمائیں۔

تصانیف:

[۱] علمی ترجمہ وتفسیر عم پارہ:

پارہ عم کی عام فہم زبان میں تفسیر اور ترجمہ درج ہے۔ یہ ترجمہ وتفسیر اس حیثیت سے منفرد ہے کہ پہلے ہر ایک لفظ کا جدا جدا ترجمہ پھر مربوط ترجمہ لکھنے کے بعد مختصر تشریح کر دی گئی ہے۔ بقول مصنف کتاب یہ کتاب بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے وسطانیہ میں داخل نصاب ہے۔ علمی کتب خانہ بہادر گنج سے مطبوع ہے۔

[۲] علم الاوقات علمی:

خصوصاً سیمانچل اور عموماً صوبہ بہار و بنگال اور جھارکھنڈ کے لیے اوقات سحر وافطار وصلوۃ پر مشتمل یہ کتاب بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ علمی کتب خانہ بہادر گنج سے چھپی ہوئی ہے۔

[۳] علمی جنتری:

۱۹۶۴ء سے جنتری لگاتار شائع ہو رہی ہے۔ جو ایک کلینڈر کے ساتھ کثیر معلومات کا خزانہ بھی ہے۔ دعاؤں پر مشتمل ’’قرآنی ادعیہ‘‘ اور ’’سفر الحیات‘‘ نام سے خود نوشت بھی آپ کے قلمی رشحات ہیں۔ شاعری بھی کرتے ہیں اور ’’علمی‘‘ شاعرانہ نام ہے۔ دو بار حج کی سعادت بھی ملی۔ مولانا ابھی بقید حیات ہیں۔ ۸۵/ سال کی عمر پار کر چکے ہیں اس وقت بھی آسانی سے چل پھر لیتے ہیں۔ بلکہ اچھی محنت بھی کر لیتے ہیں۔ ان کا ذکر ملک العلما کے تلامذہ میں صرف ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی نے کیا ہے وہ بھی صرف نام پر اکتفا کیا ہے۔ حالات محفوظ ہوں، اس نیت سے میں کچھ طویل کر دیا۔

حضرت مولانا عبدالقادر رشیدی دام ظلہ:

مولانا عبدالقادر رشیدی، چندر گاؤں چکلہ، بائسی پورنیہ بہار کے باشندہ ہیں اس وقت چوپڑا بائسی میں مقیم ہوگئے ہیں۔ مولانا صبغۃ اللہ مصباحی رشیدی کے والد گرامی ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں ان کی پیدائش ہوئی۔ بچپن ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ مدرسہ جامع العلوم شرفیہ چندر گاؤں میں ہدایۃ النحو تک کی تعلیم حاصل کی پھر مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار آگئے۔ کافیہ کی جماعت سے لے کر فضیلت تک کی تعلیم بحر العلوم ہی میں حاصل کی۔ حضور محدث اعظم ہند و دیگر معزز علما کے ہاتھوں سر پر دستار فضیلت سجائی گئی۔

ان پر ملک العلما کی شفقتیں خود ان کی زبانی پڑھیے:

’’حضرت ملک العلما کا خاص کرم اس فقیر پر تھا خدمت کا موقع عنایت فرماتے۔ سفر و حضر میں معیت سے نوازتے، کہیں مریدی کے سلسلے میں جانا ہوتا تو ہمراہی سے مشرف فرماتے۔ اسٹیشن کا صاف پانی پیتے، فقیر روزانہ صبح کو ایک گھڑا پانی لاتا جو چوبیس گھنٹے کے لیے کافی ہوتا‘‘ [بالمشافہ گفتگو پر مبنی] ایک سال کشن گنج میں فراغت کے بعد رہے، پھر ۱۹۶۱ء میں مدرسہ شمسیہ سہی پور اعظم نگر، کٹیہار آگئے۔ ۱۹۷۶ء میں یہاں کے صدر مدرس بنے۔ ۲۰۰۲ء

میں سبک دوش ہوگئے۔مجمع البحرین حضرت مفتی محمد عبید الرحمٰن رشیدی قدس سرہ کے حکم پردارالعلوم طیبیہ معینیہ درگاہ شریف منڈواڈیہ بنارس آگئے ۔اس وقت پیرانہ سالی کی وجہ سے گھر میں تشریف فرماہیں۔

مفتی محمد عبدالجباراشرفی قدس سرہ:

شیخ پورہ نستہ،کدوا،کٹیہار کے باشندہ تھے حضرت مولانامفتی عبدالجباراشرفی صاحب،ملک العلماکے شاگردہیں۔مدرسہ بحر العلوم کٹیہار کی تعلیم سے پہلے فیاض المسلمین بائسی میں بھی رہے۔جامعہ نعیمیہ مرادآبادسے فارغ التحصیل تھے۔جامعہ نعیمیہ میں دوران تعلیم معین المدرسین بھی رہے۔فراغت کے بعد دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہ بائسی پورنیہ،مدرسہ اظہارالعلوم ماچھی پور،بھاگل پور،جامعہ حمیدیہ ریوڑی تالاب بنارس میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مدرسہ حمیدیہ پرانابالوگنج میں مدرس ہوئے۔بعد میں صدرمدرس کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔۲۰۱۸ء کو حضرت کاوصال ہوگیا۔سرکارکلاں حضرت سیدشاہ مختاراشرف اشرفی قدس سرہ سے بیعت حاصل تھی۔قطب المشائخ حضرت سیدشاہ قطب الدین اشرف اشرفی قدس سرہ سے خلافت واجازت حاصل تھی۔[بیان حضرت مولاناخورشیدصاحب خلف مفتی عبدالجبار]

حضرت علامہ نصیرالدین اشرفی قدس سرہ:

ضلع کشن گنج ،تھانہ پوٹھیہ ،موضع پناسی حضرت علامہ نصیرالدین قدس سرہ کامولدومسکن تھا۔۱۸۷۸ء میں پیداہوئے۔پناسی کے مکتب میں حافظ واجدعلی صاحب[نابینا]اورحافظ وقاری عبدالرحمٰن صاحب سے ناظرہ وحفظ قرآن مکمل کیا۔اول الذکرضلع جون پوریوپی اوردوم ضلع دربھنگہ بہارسے رہنے والے تھے۔پناسی میں خدمت دین کے غرض سے مقیم تھے۔نحومیر تک کی تعلیم مولاناعبدالرحمٰن صاحب سے کی۔دربھنگہ کے کسی مدرسے میں بھی چھ ماہ تک رہے ۔وہاں سے مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں داخل ہوئے۔یہاں ملک العلماعلم وفضل کے گوہرلٹارہے تھے۔ان سے خوب کسب فیض کیا۔پھر مرادآباد پہنچ کرامام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے دوسرے خلیفہ صدرالافاضل علامہ سیدنعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ کی بارگاہ میں ایک سال رہے۔حضرت علامہ مفتی احمدیار خاں نعیمی قدس سرہ کی درس گاہ مدرسہ مسکینیہ دھوراجی گجرات میں لگی ہوئی تھی۔علامہ نصیرالدین ان کی بارگاہ میں گجرات پہنچ گئے۔تعلیم کی تکمیل ودستارفضیلت یہیں پرہوئی۔بعدفراغت پانجی پاڑہ دیناج پور،اسلام پور میں بھی رہے،مدرسہ عارفیہ چنامنا میں تقریباً ۴۰ برس تک بڑی فیاضی سے علم کے گوہرلٹائے۔شمس العلما مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی نے اسی ادارے میں آپ سے کسب فیض کیا۔یہاں سے سبک دوشی کے بعداپنے گاؤں پناسی کے آس پاس ایک ادارہ دارالعلوم اشرفیہ کی بنیادڈالی ۔۱۹۹۷ء میں آپ کاوصال ہوگیا۔ایک سوبیس سال کی لمبی عمرپائی۔مجددسلسلہ اشرفیہ اعلی حضرت اشرفی میاں سیدشاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ سے بیعت وخلافت رکھتے تھے۔[کاملان پورنیہ دوم۔ص:۳۳۸]

حضرت مولاناعبدالحکیم اشرفی علیہ الرحمہ:

موضع آشیانی اور بھری سے مغرب میں پربھیلی نام سے ایک گاؤں بہت مشہورہے۔اشرف الاولیاسیدمجتبیٰ اشرف اشرفی قدس سرہ کایہاں دورہ خوب رہاہے۔بلاک کدوا،ضلع کٹیہارہے۔حضرت مولاناعبدالحکیم کاتعلق اسی موضع پربھیلی سے ہے ۔شیخ فریدالدین مرحوم کے گھر۱۹۴۲ءمیں پیداہوئے۔گھریلوتعلیم کے بعدجامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار میں داخل ہوئے۔متوسطات تک کی تعلیم یہیں حاصل کی۔ملک العلماکے خاص شاگردحضرت مولاناعبدالعلیم علمی،بھوپلا،کشن گنج کے بقول مولاناعبدالحکیم نے ملک العلماسے بھی متعدّدکتابیں پڑھیں ۔پھرجامعہ منظراسلام میں داخل ہوئے،۱۹۵۹ء میں وہیں سے فراغت حاصل کی۔ابتداً گانگی ہاٹ،بہادرگنج کشن گنج میں خانقاہ شرف الدین لطیفی میں تعلیم دی،ضلع سیوان بہارکے مدرسہ جامعۃ العلوم کے طلبہ کوبھی سیراب کیا۔مدرسہ جامع العلوم شرفیہ چندرگاؤں چکلہ میں بحال ہوئے۔صدارت کامنصب پاکرسبک دوش ہوئے۔۲۰۰۴ء میں آپ کاوصال ہوا۔"عدل حکیم درجواب ظلم عظیم"آپ کی قلمی کاوش ہے۔[کاملان پورنیہ اول۔ص:۴۲۹]

حضرت مولاناعبدالرحمٰن اشرفی قدس سرہ:

بارسوئی ریلوے جنکشن اورسالماری اسٹیشن کے بیچ مکریاجنکشن

واقع ہے، مکریا سے قریب بگڈار موضع آباد ہے۔ تحصیل اعظم نگر ضلع کٹیہار ہے، حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب اسی بگڈار کے سپوت ہیں۔ ۱۹۴۱ء میں پیدا ہوئے والد گرامی منشی محمد مفیض الدین دین دار شخص تھے۔ ان سے گھریلو تعلیم پائی، مدرسہ عثمانیہ لال گنج ملکی پورنیہ میں حصول تعلیم کے غرض سے داخل ہوئے۔ فارسی کی تعلیم وہاں سے حاصل کی۔ پھر مدرسہ بحرالعلوم کٹیہار پہنچے ۔ملک العلماو دیگر اساتذہ سے خامسہ تک تعلیم حاصل کی۔ آگے کی تعلیم مدرسہ مظہراسلام بریلی شریف سے حاصل کی۔ دستار فضیلت منظراسلام بریلی شریف میں ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ محمد عرفان رشیدی [بائسی] قدس سرہ ۔ حضرت مولانا مقبول حسین قادری ، سنگھیا ٹھاٹھول ان کے رفقا میں تھے۔ محدث اعظم ہند قدس سرہ سے بیعت رکھتے تھے۔ فراغت کے بعد منظراسلام ہی میں درس وتدریس کی قندیل جلائی۔ پھر مدرسہ اصلاح المسلمین رگھوناتھ پور، بارسوئی کٹیہار میں بحال ہوئے۔ تقریباً ۲۵؍سال کے بعد صدر مدرس کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔ [کاملان پورنیہ اول۔ ص:۴۴۵]

حضرت مولانا اسرار احمد صاحب قدس سرہ:

موضع چوراکٹی ، کوچادھامن ، ضلع کشن گنج کے رہنے والے تھے۔ مولانا عبدالعلیم علمی کے ہم زلف بھی تھے۔ مدرسہ بحرالعلوم کٹیہار میں دوچند سال کے بعد ملک العلمانے درجہ میزان الصرف میں داخلہ بند فرمادیا تھا، درجۂ ہدایۃ النحو تا فضیلت کے طلبہ ہی کو داخلہ ملتا تھا۔ مگر جو طالب علم اپنی پوری کفالت خود سے اٹھانے پر قادر ہو، بشرط کفالت خود اس کا داخلہ ہوجاتا۔ ایسے طلبہ کو مولانا محمد یوسف پٹنوی صبح دس بجے سے قبل یا پھر شام کو چار بجے کے بعد وقت دیتے ۔ خود کفیل طلبہ دلکش ہوٹل میں کھانا کھاتے اور مدرسہ میں قیام کرتے ۔ مولانا اسرار صاحب ان ہی میں سے ایک تھے۔ منظراسلام سے فراغت پائی ۔ بہار بورڈ سے ملحق شدہ ایک مدرسہ میں اپنے علاقہ ہی میں منسلک ہوئے۔ سبک دوشی سے قبل ہی وصال ہوگیا۔ ان کے فرزند مولانا نور قطب عالم صاحب ابھی باحیات ہیں۔ [روایت مولانا عبدالعلیم علمی]

ملک العلما کے کچھ تلامذہ جن کی تفصیل دستیاب نہ ہوسکی۔

☆ مولانا غیاث الدین صاحب مہتمم ومدرس اول مدرسہ حنفیہ موضع ہفنیہ پورنیہ بہار۔ ☆ جناب مولانا الحاج انعام الرحمٰن صاحب صدیقی شمسی، موضع کھوپڑا، پوسٹ بیل باڑی ضلع کٹیہار بہار۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں ملک العلما کی شاگرد اختیار کی تھی۔ [جہان ملک العلما۔ ص:۴۲۲]

☆ مولانا صادق صاحب مرحوم موضع چوراکٹی ، کوچادھامن ، کشن گنج۔ ☆ مولانا زین الدین بھورسیہ ، چندوارا، بہادر گنج ، کشن گنج۔ ☆ مولانا غلام یسین صاحب ابن جواب الدین ، متھورا پور، بائسی پورنیہ بہار۔ ☆ مولانا محفوظ عالم صاحب ابن قاری مشیت اللہ صاحب چندر گاؤں چکلہ ، بائسی پورنیہ بہار۔ ☆ مولانا اسمٰعیل صاحب دھولا بھیٹہ ،علاقہ گوال پوکھر، ضلع اتردیناج پور بنگال ☆ مولانا مقیم الدین صاحب ساکن ریلوے اسٹیشن شمسی کے قریب موضع گورکھپور مالدہ بنگال۔ ☆ مولانا عبدالعلی گانگی، کشن گنج، بہار۔ ☆ مولانا نعمان صاحب [مولانا عبد القادر رشیدی] ☆ حضرت مولانا محمد سلیمان شاہدی علیہ الرحمہ موضع بلیہار پور، پوسٹ چوکی ہری پور، کدوا، کٹیہار۔ [سابق صدر مدرس مدرسہ بحرالعلوم کٹیہار]

ملک العلما سیمانچل کے علاقوں میں:

کٹیہار شہر سے قرب وپاس کے علاقوں میں کوئی پروگرام ہوتا۔ ملک العلما کو دعوت ہوتی تو عموماً بہ نفس نفیس شرکت فرماتے ۔ مگر کشن گنج پورنیہ وغیرہ دور دراز علاقوں میں پروگرام اگر بڑا ہوتا۔ شدید اصرار ہوتا، عقائد و معمولات کی بات آتی تو شرف شرکت سے نوازتے ورنہ بڑی جماعت کے طلبہ یا پھر بحرالعلوم کے دیگر اساتذہ کو بھیج دیتے۔ جن علاقوں کو شرف شرکت سے نوازا چند یہ ہیں۔

گانگی:

نٹواپارہ بلاک بہادر گنج ، ضلع کشن کے پاس گانگی موضع ہے ، حضرت مولانا شرف الدین لطیفی مرید وخلیفہ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی خانقاہ رحمٰن پور کی خانقاہ یہیں ہے ، اسی خانقاہ ہی مدرسے کے اجلاس میں ملک العلما کی شرکت رہی۔

شہر کشن گنج:

شہر کشن گنج میں ایک جلسہ سیرت النبی کے عنوان سے معنون تھا۔ ملک العلما کی یہاں بھی شرکت ہوئی۔

چندر گاؤں چکلہ:

مدرسہ جامع العلوم شرفیہ چندر گاؤں چکلہ میں بھی ایک اجلاس میں شرکت فرمائی۔

چمپی بازار شریف پورنیہ:

ملک العلما کو خلافت وارادت سلسلہ رضویہ سے حاصل تھی مگر سلسلۂ رشیدیہ سے بھی فیض یافتہ تھے۔ حضرت مولانا شاہ ایوب ابدالی رشیدی سے خلافت حاصل تھی۔ انھوں نے ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ اس لگاؤ کی وجہ سے چمپی بازار شریف پورنیہ میں کئی بار حاضر دی۔ وہاں کی مخطوطات کا مطالعہ فرماتے۔ ملک العلما کی بڑی خوبی یہ تھی ضعف ونقاہت کے باوجود موٹی موٹی کتابوں کا لیٹے لیٹے گھنٹوں مطالعہ فرماتے۔

موضع بینی باڑی:

قیام بحرالعلوم کے درمیان جمعہ کے دن ملک العلما اپنے شاگرد مولوی عبداللہ اچھے پوری کے ساتھ کٹیہار سے بذریعہ ٹرین سودھانی اترے، وہاں سے بیل گاڑی کے ذریعہ بینی باڑی میں شاہ حکیم لطیف الرحمٰن رشیدی قدس سرہ کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ جمعہ کی نماز ملک العلما نے ہی پڑھائی۔ بینی باڑی اس وقت دریا شکست خوردہ ہو چکا ہے۔

سورجاپور:

متّصل ریلوے اسٹیشن، سورج کمل میں علامہ عبدالحمید بستہ ڈانگی کی صدارت میں تین روزہ عظیم الشان کانفرنس بتاریخ ۱۱/ ۱۲/ ۱۳/ مارچ [سن ندارد] کو منعقد ہوا۔ اشتہار میں علمائے کرام کی فہرست میں سر فہرست ملک العلما کا نام اس طرح درج ہے۔ ”آفتاب شریعت وطریقت، شفیق امت، ملک العلما، سلطان المناظرین حضرت قبلہ مولانا، مولوی ظفرالدین صاحب رضوی مدظلہ“ [کاملان پورنیہ اول نوادرات]

مداحان ملک العلما:

لگے ہاتھ سیمانچل کے ان قلم کاروں کا مختصر تعارف پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کے قلم سے ملک العلما کے احسانات اجاگر ہوئے۔ ان کی حیات وخدمات سے دنیا روشناس ہوئی۔

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی:۔

اس سلسلے میں بڑا نمایاں نام ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب کا ہے۔ ان کا تعلق بائسی، پورنیہ بہار کے مشہور موضع تاڑا باڑی سے ہے۔ قلم کے اس بادشاہ کا قلم ادب کی چاشنی کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے چلتا ہے۔ کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جتنی تیزی سے انسان سوچتا ہے اس سے بھی زیادہ تیز ان کا قلم چلتا ہوگا۔ روانی، سلاست، جاذبیت قاری کے تجسس کو اول تا آخر برقرار رکھنے کی صلاحیت کے مالک ہیں۔ رضویات ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ ملک العلما پر کام کرنے والوں میں مولانا غلام جابر شمس مصباحی پورنوی کا نام بڑے سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ جہان ملک العلما، مطبوعہ انجمن برکات رضا ممبئی میں بہت زیادہ لکھنے والوں میں ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی اور حضرت علامہ مفتی ارشاد احمد ساحل سہسرامی سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نام آتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریریں تاثراتی ہیں اور مفتی صاحب کا انداز محققانہ ہے۔ [جہان ملک العلما کے مرتب ڈاکٹر صاحب ہی ہیں]

ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی صاحب:

حضرت مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی دام ظلہ مادھے پور، بارسوئی، کٹیہار کی ایک مایہ ناز شخصیت ہیں۔ بہار اور یوپی کے مختلف مدارس سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد منظر اسلام سے ۱۹۸۴ء میں فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد وہیں کے مدرس ہوئے اس وقت نائب صدر کے عہدے پر فائز ہیں۔ روہیل کھنڈ یونیورسٹی سے ایم اے اور بہار یونیورسٹی مظفر پور سے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری رکھتے ہیں۔ متعدّد مضامین کے علاوہ درجن بھر کتابوں کے مصنف ہیں۔ اپنے دادا کے نام کی نسبت سے لطیفی نام کا لاحقہ ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند سے بیعت رکھتے ہیں۔ ملک العلما کے شاگردوں میں بھوپلا، نوٹا پارہ، بہادر گنج کشن گنج کے مولانا عبدالعلیم عرف علیم الدین مالک علمی کتب خانہ بہادر گنج کا سراغ ڈاکٹر صاحب کے مضمون سے ہی ملا۔ پھر جب مولانا عبدالعلیم صاحب سے ملاقات ان کے گھر پر کی تو گویا انھوں نے معلومات کا پٹارہ ہی کھول دیا اور بہت ساری گتھیاں سلجھا دیں۔

حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی:

خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور، بارسوئی کٹیہار بہار سیمانچل کی اولین خانقاہوں میں سے ہے۔ بانی خانقاہ حضرت شاہ حفیظ الرحمٰن لطیفی قدس سرہ ہیں۔ ان کے فرزند اصغر، وحید عصر خواجہ وحید اصغر قدس سرہ ہیں۔ انہی کے پوتے ہیں تاجدار علم وفن، اردو زبان وادب کے شہ سوار حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی لطیفی، تحریر وقلم میں پورے خانوادے میں یکتا ہیں۔ اپنے دادا تاجدار اہل سنت حضرت علامہ خواجہ وحید اصغر قدس سرہ سے بیعت اور والد خواجہ شاہ فرہاد عالم سے خلافت رکھتے ہیں۔ درجنوں مضامین کے علاوہ نصف درجن کتابوں کے مصنف ہیں۔ تصانیف میں ''حیات حفیظی'' کو سب سے زیادہ اعتبار حاصل ہوا۔ مدرسہ لطیفیہ رحمٰن پور کے کل وقتی استاذ ہیں۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اصاغر نوازی میں اپنی مثال آپ ہیں۔

مفتی محمد ساجد رضا مصباحی:

نوری نگر کمات، تھانہ چکلیہ، ضلع اتر دیناج پور کے باشندہ ہیں، منشی محمد حسین رضوی کے فرزند ہیں۔ حفظ وقراءت سے فراغت کے بعد ۲۰۰۰ء میں درجۂ ثانیہ میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں داخل ہوئے تو فضیلت وتحقیق فی الفقہ الحنفی کے بعد ہی دم لیے۔ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف کے بعد اب دارالعلوم غریب نواز کشی نگر میں حکومت اترپریش سے منظور شدہ ادارہ میں خدمت دین میں مصروف ہیں۔ تقریباً سو سے زائد مضامین مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ نصف درجن کتابوں کے مصنف ہیں۔ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ ابھی قلم میں رفتار برقرار ہے۔ ملک العلماکی تدریسی زندگی پر خوبصورت روشنی ڈالی ہے۔

مفتی محمد شبیر عالم مصباحی:

کیلا باڑی، باغ غنچہ، پوسٹ بیل باڑی، وایہ سالماری ضلع کٹیہار بہار کے جوان سال عالم دین ہیں مفتی محمد شبیر عالم مصباحی صاحب۔ والد صدیر الدین ابن سیف علی ہیں۔ ان کی سن پیدائش: ۱۹۸۲ء ہے۔ مدرسہ لطیفیہ خانقاہ رحمٰن پور، مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں داخل ہوئے۔ فضیلت، قراءت سبعہ اور تخصص فی الفقہ الحنفی کی دستار حاصل کرنے کے بعد ۲۰۰۷ء میں دارالعلوم انوار مصطفیٰ رضا دھرول گجرات میں نائب صدر مدرس رہے فتویٰ نویسی بھی کرتے رہے۔ اس وقت دارالعلوم انوار رضا نوساری گجرات میں مدرس اور صدر مفتی ہیں۔ حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان علیہ الرحمۃ سے بیعت رکھتے ہیں۔ شیخ الاسلام والمسلمین حضور مدنی میاں کچھوچھوی مدظلہ العالی اور پیر طریقت حضرت علامہ مفتی محمد نیر صاحب خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور سے خلافت حاصل ہے۔ ۲۰۱۶ء کو عمرہ کا شرف بھی حاصل کر چکے ہیں۔ ملک العلماکی جدید وقدیم علوم پر مہارت کو بڑی خوش اسلوبی سے انھوں نے بیان کیا ہے۔

مفتی ذاکر حسین اشرفی جامعی:

اعلیٰ پوکھر، کدوا، کٹیہار ان کا گھر ہے۔ جناب انعام الحق مرحوم والد بزرگ وار ہیں۔ جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ سے فراغت رکھتے ہیں۔ فراغت کے بعد سے اس وقت تک مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف میں درجات عالیہ کے مدرس ہیں۔ تذکرۂ شیخ جلال الدین تبریزی، آپ کی پہلی باضابطہ تصنیف ہے۔ شیخ اعظم سید اظہار اشرف قدس سرہ سے بیعت رکھتے ہیں۔ حضرت سید شاہ جلال الدین اشرف قدس سرہ نے خلافت عطا فرمائی۔

مفتی آل مصطفیٰ مصباحی:

تقریباً تین دہائیوں سے، فقہ وافتا، درس وتدریس اور تحریر وقلم کی دنیا میں حکومت کرنے والی شخصیت کا نام ہے مفتی آل مصطفیٰ مصباحی صاحب۔ پیدائش موضع شہجنہ گورکھپور میں ہوئی تھی جوان کا نانیہال بھی ہے۔ آبائی وطن مشہور گاؤں بھینس بندھا ہے۔ ۱۹۹۰ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فراغت پائی اور ملک کی عظیم درس گاہ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کی درس گاہ میں بیٹھے ازاں دم تا ایں دم بیٹھ ہی گئے۔ سیمانچلی فقہاکی ثلیث میں مفتی محمد عبیدالرحمٰن رشید، مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی کے ساتھ مفتی محمد آل مصطفیٰ مصباحی کا نام آتا ہے۔ قومی ملی، سماجی، مذہبی درد رکھتے ہیں۔ باخلاق اور اصاغر نواز ہیں۔

☆☆☆

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیے

مفتی محمد شعیب عالم قادری نعیمی: صدر شعبہ افتاوشیخ الحدیث، یادگار حبیب الہ آباد

۲۷/ذوالقعدہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۷/جون ۲۰۲۲ء کی تاریخ میری زندگی کی سب سے بڑی شادمانی وانبساط کی گھڑی تھی جب میرے والد بزرگوار، اعزہ واحبا اور معزز علمائے کرام نے مجھے اور میری اہلیہ کو زیارت حرمین شریفین کے لیے کلکتہ روانہ کیا۔ ۲۸/ویں تاریخ بروز منگل بوقت صبح سیالدہ اسٹیشن اتر کر مدینۃ الحجاج پہنچ کر رپورٹنگ کروائی، ۲۹/ تاریخ کو T.C.R ٹیسٹ ہوا۔ بحمدہ تعالیٰ دونوں کی رپورٹ صحیح آئی۔

۳/دن مدینۃ الحجاج کلکتہ میں قیام رہا، مدینۃ الحجاج میں قیام کے دوران جن جن شناسائی کو میرے سفرِ حج کی اطلاع ملی ملاقات کے لیے حاضر ہوتے رہے، حضرت مولانا الحاج سبحان رضا مصباحی کو پتہ چلا تو وہ بھی تشریف لائے، اور مفید مشوروں سے نوازا، ہمارے چکلیہ علاقہ کے ایم، ایل، اے جناب منہاج العارفین صاحب مع اپنے رفقاکے ملاقات کے لیے حاضر آئے، ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے ملک کے امن وامان کے لیے دعاکی درخواست کی اور ریلوے ڈپارٹمنٹ کے سابق افسر ظہورالباری صاحب اوران کے چھوٹے صاحبزادے بینک منیجر انعام الحق صاحب بھی ملنے آئے، انھوں نے اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لیے دعاکی عرضی پیش کی۔

مدینۃ الحجاج کے قیام کے دوران میرے احباب خاص کر میرے خلف الرشید محمد امان رضا تلمیذ ارشد محمد شاہ نور اور میرے داماد ماسٹر ضمیر الحق اور جناب ظہورالباری افسر محکمہ ریلوے نے جو خدمات انجام دیں وہ ناقابل فراموش ہیں، ان حضرات نے یکم جولائی ۲۰۲۲ء کو مدینۃ الحجاج سے بائی بس نم آنکھوں سے کلکتہ ایئرپورٹ روانہ کیا، اس وقت میری مسرت کی انتہا نہ رہی جب میں حرمین شریفین کی زیارت کی آرزو تمنا لیے کلکتہ انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے مکۃ المکرمہ کے لیے ہوائی جہاز پر سوار ہوا۔ احرام کی چادر میں تو مدینۃ الحاج میں اوڑھ لی تھی۔ جہاز پر سوار ہوکر جب جہاز روانہ ہونے لگا احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھا ''لبیک'' کی صداؤں کے ساتھ ہمارا سفر شروع ہوا۔ احرام در حقیقت حج یا عمرہ کی علاحدہ علاحدہ یا دونوں کی ایک ساتھ نیت کر کے اوڑھیں اور ایک چادر نہیں اس لیے مجازا ان دونوں چادروں کو بھی احرام کہا جاتا ہے۔

بحمدہ تعالیٰ تقریباً پونے سات گھنٹے کے سفر کے بعد جدہ ایئرپورٹ پہنچا، پھر بائی بس جدہ ایئرپورٹ سے مکۃ المکرمہ ہوٹل تک پہنچایا گیا۔ جدہ ایئرپورٹ سے مکۃ المکرمہ کی مسافت تقریباً ۸۰/اسی کلومیٹر ہے، میرا مکتب ۱۵/ اور ہوٹل ۱۳۵/ تھا، ہمارے جہاز میں کل ۳۷۷/ حجاج کرام سوار تھے۔ جب میں ایئرپورٹ سے اپنے ہوٹل پہنچا تو اس جہاز کے صرف ۲۷/ افراد ہی ہوٹل میں اترے، باقی افراد مکتب ۱۸/ ہوٹل ۲۴۶/ میں بھیج دیے گئے۔ میں بڑا رنجیدہ ہوا کہ میرے علاقہ کے لوگ ہم سے بچھڑ گئے، سب سے زیادہ افسوس میرے پھوپھی زاد بھائی ڈاکٹر احسان صاحب ساکن مریاٹولی، ڈاکٹر علیم الدین ساکن کوئیلارہ، کبیرالدین امین ساکن رودیل، جناب اسحاق عالم ساکن شبرام پور، ماسٹر عبدالقادر ساکن جہانگیر ٹولی، جناب شہاب الدین ساکن گوال گاؤں کے الگ ہونے پر قلق ہوا، کیوں کہ یہ لوگ کافی متمنّی تھے کہ ہم لوگ مفتی صاحب کے ساتھ رہ کر ارکان حج صحیح طریقہ پر ادا کریں گے اور مسائل سے واقفیت حاصل کرتے رہیں گے، مگر ایسا نہ ہوسکا، البتہ میرے ہمراہ میرے ہوٹل میں جہانگیر ٹولی کے منشی رضاء الحق اور پوٹھیا کے جناب منظور صاحبان اترے بوقت شب ہوٹل پہنچا، فجر کے وقت ہوٹل کی مسجد میں حاضر آیا تو جماعت ہو رہی تھی ایک شخص باہر ٹہل

رہاتھا، میں نے پوچھاکیانماز ہوگئی ؟جواب دیانماز ہورہی ہے لیکن امام دیوبندی ہے اس لیے میں باہر ٹہل رہاہوں، دیوبندی امام کی جماعت کے بعد ہم لوگ اندرآئے پھرباجماعت نمازاداکی،بعد نماز میں نے اس سے پوچھاآپ کہاں سے ؟ جواب دیااڑیسہ سے اس نے پوچھاآپ کہاں سے ؟تومنشی رضاءالحق صاحب نے جواب دیاجومیرے ہمراہ تھے ہم لوگ بنگال سے آئے ہیں ،یہ ہمارے یہاں کے مفتی صاحب ہیں یہ سن کروہ بہت خوش ہوااور کہاہم لوگ دودن پہلے آئے ہیں تقریباًدوسوافراد ہیں۔جن میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اور حضور مجاہدملت علیہ الرحمہ کے مرین ومعتقدین کی خاصی تعداد ہے جووہابیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، اگرآپ ہمیں نماز پڑھائیں تولوگوں سے بتادوں میں نے کہاٹھیک ہے۔ابھی توہم لوگ عمرہ کرنے جارہے ہیں واپسی پر مزیدبات چیت ہوجائے گی۔ہوٹل میں یہ بات ہواکی طرح پھیل گئی کہ آج رات بنگال سے ایک مفتی صاحب آئے ہیں جب عمرہ کرکے واپسی ہوئی،نماز ظہرکے لیے مسجد حاضر آیاتومسجد کھچاکھچ بھری تھی ان میں ایک حافظ چارعلمابھی تھے جن میں ایک معمرعالم مفتی اعظم ہندعلیہ الرحمہ کے مرید تھے،بعدنمازایک دوسرے کا تعارف ہواکہ کوئی کٹک کاتھاتوکوئی بھدرک کاکوئی دھام نگر کاتھاتوکوئی بالیسر کاوغیرہ وغیرہ اورکچھ مالدہ،رائے گنج،اسلام پور،سلی گوڑی،دار جلنگ،بنگال کے افراد بھی تھے، سبھوں نے کہاآپ پانچوں وقت نماز پڑھائیں اورعصریامغرب کے بعد تھوڑا بیان بھی کریں جس میں ارکان حج ومسائل حج وعمرہ بتاتے رہیں تاکہ ہمیں فائدہ ہو،میں نے ان کے ہمراہ آئے ہوئے علما کی طرف اشارہ کرکے کہاان میں سے کسی کوانتخاب کرلیجیے، ان علمانے کہاحضرت آپ ہی یہ ذمہ داری قبول فرمالیں توبہتر ہوگا،آپ کی عدم موجودگی میں ہم لوگ سنبھال لیں گے ،میں نے یہ سوچ کراس مقدس سرزمین میں یہ بھاری ذمہ داری قبول کرلی کہ یہ عوام ہیں کہیں وہابی کے پیچھے نماز پڑھ کراپنی نماز خراب نہ کربیٹھیں، میرے ہاں بھرنے پرسارے لوگ بے پناہ مسرور ہوئے اور میرے ہمراہ الگ جماعت کرکے نماز پڑھنے لگے ،اورمیں نے بعدمغرب درس مسائل کاسلسلہ بھی شروع کردیا،حتیٰ کہ یہ سلسلہ منی،عرفات میں بھی جاری رہااور ہرجمعرات کونعتیہ پروگرام اور میلادپاک، دھوم دھام سے مناتے رہے۔

منیٰ کی طرف روانگی:

۸/ذوالحجہ کوہوٹل سے روانہ ہوکر منیٰ پہنچا،ظہرکی نمازاپنے رفقاکے ساتھ اداکی۔آج ظہرسے نویں کی صبح تک ۵/نمازیں یہیں پڑھنی ہے،مگر معلم کے ماتحت افراداپنی سہولت کے لیے عشاکے بعد ہی سے اعلان کرنے لگے کہ عرفات جانے کے لیے تیار ہوجاؤ، میں خیمہ ۸/میں تھا،جب میرے خیمہ میں اعلان کیاتومیں نے کہاابھی کون ساوقت ہے کوچ کرنے کا،ہم توصبح جائیں گے ،بولے صبح کوئی سواری نہیں ملے گی،عرفات نہیں پہنچ پاؤ گے ،وقوف عرفہ فرض ہے،میں نے کہا:ہاں! مجھے معلوم ہے،مگر ٹائم پر تولے چلو، بےوقت لے جانے پر کیوں مصر ہو،وہ ناراض ہوکردوسرے خیمہ میں چلے گئے ،اس خیمہ میں میرے کچھ رفقا تھے اعلان سنتے ہی میرے پاس آئے اور بولے ابھی ہی عرفات روانہ ہوناہے ،ورنہ بارہ بجے گیٹ بند ہوجائے گا،میں نے کہا:کس نے کہا؟بولے: ہمارے خیمہ میں اس طرح کااعلان ہورہاہے،لوگ نکل رہے ہیں ،میں نے کہا:نکلنے دیجیے میں معلم سے بات کرتاہوں،خیمہ سے باہر نکل کرکے معلم کے ماتحت افراد سے ملاقات کی اور میں نے کہا: معلم سے ملاؤ،وہ ایک شخص کوبلالائے،وہ عربی میں بات کررہاتھا،وہ بھی یہی کہہ رہاتھاکہ رات ہی کونکلناہے ،اڑیسہ کے ایک نوجوان حاجی نے اس سے شناختی کارڈطلب کرکے دھمکی بھرے انداز میں کہا:اپناشناختی کارڈدکھائیے،ہم انڈیاحکومت سے آپ کی شکایت کریں گے ،اس نے شناختی کارڈدکھانے سے منع کردیااور کہامیں معلم نہیں ان کانمائندہ ہوں،میں نے کہامعلم کانام بتائیے اورمجھ سے بات کرائیے، بات تونہیں کرائی معلم کانام فہدمنشی بتاکرراہ فراراختیار کرلیا،آج رات منیٰ میں ٹھہرناسنت ہے۔منیٰ کی یہ نویں رات نہایت ہی مبارک رات ہے،پوری رات ذکروعبادت میں گزارنے کی ہوتی ہے،مگر نجدی حکومت کے کارندے اسے ضائع کرادیتے ہیں۔

عرفات کے لیے روانگی:۔

عرفات وہ مبارک مقام ہے کہ جہاں آج نویں ذوالحجہ کوزوال کے بعدسے دسویں کی صبح سے پہلے تک کسی وقت حاضر ہوناخواہ

ایک ہی گھڑی کے لیے کیوں نہ ہو حج کا اہم فرض ہے، اگر یہ چھوٹ جائے تو اس سال حج ادا ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ نویں ذوالحجہ کو عرفات پہنچا معلم کے کارندوں نے ہمیں خیمہ تک پہنچادیا، خیمہ ہی میں باجماعت ظہر کی نماز ادا کی، خیمہ میں نماز پڑھنے کی صورت میں جمع بین الصلاتین نہیں، یعنی عصر کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں، اس لیے صرف ظہر ہی کی نماز ادا کی، بعد نماز مولانا مختار صاحب دار جلنگ والے نے کہا کہ حضرت تھوڑی دیر بیان کر دیجیے، ان کی فرمائش پر توسل بالانبیا اور مسائل نماز پر گفتگو کرتے ہوئے جمع بین الصلاتین پر روشنی ڈالا، پھر خیمہ سے باہر نکلا تو مولانا موصوف نے جو اس سے پہلے بھی دو عمرے اور حج کر چکے تھے فرمایا حضرت وہ جبل رحمت ہے نظر پڑتے ہی دعا میں مشغول ہو گیا کہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ پھر خیمہ میں واپس آکر نماز عصر ادا کی، بعد نماز مع رفقا کے خیمہ سے باہر نکل کر توبہ استغفار اور دعاؤں میں منہمک ہو گیا، غروب آفتاب تک نہایت ہی عاجزی کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اپنے اور اپنے متعلقین اور جملہ مومن و مومنات کے لیے دعائیں کرتا رہا۔

مزدلفہ کے لیے روانگی:

غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب پڑھے بغیر مزدلفہ کی طرف روانہ ہوا اور راستہ بھر درود پاک، ذکر و دعا اور لبیک کی صداؤں کے ساتھ مزدلفہ داخل ہوا، یہاں پہنچ کر مغرب و عشا اس طرح پڑھی کہ اذان و اقامت کے بعد مغرب کی فرض ادا کی، اس کے بعد فوراً بغیر اقامت کے عشا کی فرض پڑھی پھر مغرب کی سنت پھر عشا کی سنت پھر وتر پڑھی۔ یہاں جمع بین الصلاتین کے لیے مسجد یا امام کی کوئی شرط نہیں، آپ تنہا پڑھیں یا جماعت سے بہر حال دونوں نماز عشا کے وقت میں ایک ساتھ پڑھنی ہوگی، اگر مزدلفہ پہنچنے کے بعد مغرب کا وقت باقی رہے تب بھی مغرب کی نماز نہیں پڑھ سکتے کہ گناہ ہے، اگر کسی نے پڑھ لی تو عشا کے وقت پھر پڑھنی پڑے گی، مزدلفہ کی جگہ بہت مبارک اور یہ رات بہت افضل ہے، لہٰذا نماز کے بعد دوسری ضروریات سے فارغ ہو کر باقی رات لبیک ذکر و اذکار اور درود شریف میں گزارنا بہتر ہے، آج مزدلفہ میں پوری رات گزارنا سنت موکدہ ہے اور وقوف کا اصلی وقت صبح صادق سے

لے کر اجالا ہونے تک ہے۔ لہٰذا جو شخص اس وقت کے بعد مزدلفہ پہنچے گا تو وقوف نہ ہوگا اور کفارہ کی قربانی لازم ہوگی، اسی طرح جو شخص صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے مزدلفہ چھوڑ کر چلا گیا اس پر بھی کفارہ کی قربانی لازم ہے، کیوں کہ وقوف مزدلفہ واجب ہے، شیطان کو کنکری مارنے کے لیے اسی جگہ سے چنے برابر کنکریاں چنی جاتی ہیں، بعد نماز میں نے بھی ۷۰/ کنکریاں چن لیں، کیوں کہ اگر تیرہویں ذوالحجہ تک کنکری مارنی ہے تو ۷۰/ کنکریوں کی ضرورت پڑتی ہے، بارہ تک مارنی ہے تو ۴۹/ انچاس کی۔ ۷۰/ ستر کنکری مارنے کی نوبت تب آتی ہے جب بارہویں کو کنکری مار کر مکۃ المکرمہ نہ پہنچ پائے اور منیٰ میں تیرہویں کی صبح ہو جائے تو پھر کنکری مارے بغیر جانا جائز نہیں، اگر جائے گا تو دم یعنی قربانی کا کفارہ لازم ہوگا، اگر بارہویں کو کنکری مار کر مکہ مکرمہ لوٹ گیا تو صرف ۴۹/ انچاس کنکریوں کی ضرورت پڑے گی۔ وہ اس طرح کہ دس ذوالحجہ کو صرف بڑے شیطان کو سات کنکری مارنی ہے، جس کا وقت دسویں کی صبح صادق سے گیارہویں کی صبح صادق تک ہے، لیکن سورج نکلنے کے بعد سے زوال تک کنکری مارنا سنت ہے، زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک جائز ہے اور غروب آفتاب کے بعد صبح صادق تک مکروہ۔ گیارہ ذوالحجہ کو تینوں شیطانوں کو سات سات کنکری مارنی ہے، جس کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد سے صبح صادق تک ہے، لیکن غروب آفتاب کے بعد بلاعذر مکروہ ہے، بارہ ذوالحجہ کو بھی تینوں شیطانوں کو سات سات کنکری مارنی ہے جس کا وقت گیارہویں کی طرح آج بھی سورج ڈھلنے کے بعد سے ہے، لہٰذا اس طرح صرف ۴۹/ انچاس کنکریوں کو ضرورت پڑی۔

مزدلفہ سے منیٰ کی طرف واپسی:

مزدلفہ میں کنکریاں چن لینے کے بعد تھکاوٹ دور کرنے کے لیے لیٹا تو نیند آگئی، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ لوگ منیٰ کی واپسی کے لیے شور مچا رہے ہیں۔ میرے رفقا بھی بیدار ہو گئے اور بولے کہ لوگ منیٰ جانے کی تیاری کر رہے ہیں، ہمیں بھی تیار ہو جانا چاہیے، میں نے کہا: نماز فجر پڑھ کے چلنا ہے، صبح صادق سے پہلے مزدلفہ نہیں چھوڑنا ہے، ورنہ دم لازم ہو جائے گا۔ جب وقت فجر شروع ہوا تو اول وقت نماز ادا کر کے اوراد و وظائف میں مشغول ہو گیا پھر

جب خوب اجالا پھیلا، سورج نکلنے کے قریب ہوگیا تو منیٰ کی طرف روانہ ہوا، تقریباً ساڑھے نو بجے دن جمرات پہنچ کر بڑے شیطان کو کنکری ماری، پھر خیمہ میں آکر سید جعفر اڑیسہ والے جن کو قربانی کی ذمہ داری سونپی تھی فون ملایا کہ میری قربانی ہوگئی یا نہیں ؟ وہ بولے ایک گھنٹہ انتظار کریں قربانی ہوتے ہی آپ کو فون کر دوں گا، فون کا انتظار کیا بروقت فون نہ آنے پر سید صاحب کے داماد حافظ مجاہد صاحب سے جو ہمارے ہمراہ تھے فون کروایا جواب ملا اور آدھا گھنٹہ انتظار کرنا پڑے گا۔ آدھا گھنٹہ کے بعد اطلاع دی کہ آپ اور آپ کی اہلیہ دونوں کی قربانی ہوگئی پھر میں نے حلق کروایا اور اہلیہ کو قصر کے لیے کہا۔ گیارہ ذوالحجہ کو بعد زوال رمی جمار کے بعد طواف زیارت کے لیے کعبہ شریف حاضر آیا، طواف زیارت سے فارغ ہونے کے بعد منیٰ واپس ہو کر قیام کیا، چوں کہ طواف زیارت کے بعد سعی صفا و مروہ کے مابین بہت رش رہتا ہے اور ہمارے ساتھ مستورات تھیں اس لیے ہم لوگوں نے نفلی طواف کر کے سعی کر لی تھی۔ بارہ ذوالحجہ کو رمی جمار کے بعد مکۃ المکرمہ اپنے ہوٹل میں واپس آگیا۔

واضح رہے کہ مکہ مکرمہ سے منیٰ۔ منیٰ سے عرفات۔ عرفات سے مزدلفہ۔ مزدلفہ سے منیٰ۔ یہ سارا سفر بذریعہ میٹرو ٹرین ہوا یہ سفر معلم کے کارندوں کی نگرانی میں ہوتا رہا۔ گیارہ ذوالحجہ کو طواف زیارت کے لیے منیٰ سے مکہ مکرمہ پھر مکہ مکرمہ سے منیٰ اور بارہ ذوالحجہ کو منیٰ سے مکرمکہ کی آمد و رفت اپنی سواری سے ہوئی۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر تیرہ ذی الحجہ سے عمرے نفلی طواف اور مقدس مقامات کی زیارت کا سلسلہ شروع ہوا، مقدس مقامات کی زیارت اور طواف و عمروں میں اڑیسہ کے حجاج کے علاوہ میری اہلیہ شاہزادی شمس العلما مولانا شمس الدین علیہ الرحمہ حنفی رضوی محترمہ شکیبہ خاتون اور جہانگیر ٹولی کے الحاج منشی رضاء الحق مع اہلیہ ساتھ ساتھ رہے۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ان مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔

جنت المعلیٰ:

یہ مکہ مکرمہ کا تاریخی قبرستان ہے اتر جانب ایک کمپاؤنڈ میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی تعالیٰ عنہا اور حضور ﷺ کے آباواجداد کی قبریں ہیں اور دکھن طرف حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہم آرام فرما ہیں، اس مقدس قبرستان میں بہت سے اجلہ صحابہ وصحابیات اور علمائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان مدفون ہیں مگر افسوس کہ نجدی حکومت نے مقدس قبروں کو ڈھا کر ان پر سڑکیں نکال دی ہیں۔

مسجد جن:

یہ مسجد جنت المعلیٰ کے قریب واقع ہے اسی جگہ جنات نے حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے قرآن سنا تھا۔

مسجد رایہ:

یہ جنت المعلیٰ کے راستے میں مسجد جن کے قریب واقع ہے اسی جگہ فتح مکہ کے دن نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے جھنڈا نصب فرمایا تھا

مسجد شجرہ:

یہ مسجد حرام سے نکل کر جنت المعلیٰ جاتے وقت دائیں جانب کونے میں واقع ہے، اسے مسجد شجرہ کہا جاتا ہے، رہی وہ مسجد شجرہ جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر ایک درخت زمین چیرتا ہوا حاضر خدمت ہوا تھا، اس کے بارے میں ہمارے علما نے لکھا ہے کہ سعودی دور میں اس مسجد کو اسی طرح مسمار کی گئی کہ اب اس کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا ہے۔

مسجد خیف:

یہ منیٰ میں واقع ہے اس مسجد میں ۷۰ رستر انبیاے کرام نے نماز ادا فرمائی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ہمارے آقا ﷺ نے نماز پڑھی راقم الحروف کو بھی گیارہ ذوالحجہ کو اپنے رفقا کے ہمراہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا موقع میسر آیا۔

مسجد تنعیم:

اسے مسجد عائشہ بھی کہتے ہیں، دس مرتبہ اس مسجد کے حاضری کا شرف حاصل کر کے نوافل واحرام باندھنے کی سعادت ملی یہ مسجد حرام سے تقریباً سات کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

مسجد نمرہ:

یہ عرفات میں واقع ہے۔

نہر زوبیدہ:

ملکہ زوبیدہ نے حاجیوں کی سہولت کے لیے کوفہ سے مکہ تک یہ نہر تعمیر کروائی تھی۔

مسجد عبداللہ بن عباس:

یہ طائف کے راستے میں واقع ہے۔روضۂ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسجد عبداللہ بن عباس سے متصل ہے۔ مسجد رسول ﷺ۔ مسجد علی رضی اللہ عنہم۔

مسجد عداس:

یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت عداس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ وانگور پیش کیا تھایہاں عتبہ وشیبہ کے باغات وجائداد تھیں ایک باغ اب بھی ہے۔

طائف:

یہ مقام پہلے بے آب وگیاہ چٹیل میدان تھا،دعاے ابراہیمی کی بدولت اب کھیتی باڑی پھل فروخت کی پیداوار ہے ۔دراصل یہ خطہ ملک شام سے منتقل ہوکر یہاں آیاہے اور یہاں کاموسم ٹھنڈاہے۔

میدان طائف:

جبل طائف،مسجد طائف،میقات قرن المنازل ، مسجد میقات،اس میقات سے بھی ایک عمرہ کرنے کاشرف ملا،مسجد جعرانہ ،یہ مسجد مکہ سے جانب طائف تقریبًا ۲۶رچھبیس کلومیٹر پر واقع ہے، یہاں سے بھی ایک عمرہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

بیئرالجعرانہ:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعرانہ پر اپناعصامبارک گاڑا،جس سے پانی کاچشمہ ابلا جو نہایت ٹھنڈااور میٹھاتھا،مشہور ہے کہ اسی جگہ پر کنواں ہے۔ طائف سے واپسی پر حضور ﷺ نے یہاں قیام فرمایااور مال غنیمت بھی تقسیم فرمایا۔

مزارات شہداے حنین:

سات شہداے حنین جعرانہ میں مدفون ہیں جو مسجد جعرانہ کے قریب ایک احاطہ میں ہیں۔

مقام حدیبیہ:

جو جدہ روڈ پر واقع ہے، یہی وہ مقام ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پندرہ سو صحابہ کے ساتھ مدینہ عمرہ کی نیت سے مکہ داخل ہونے سے پہلے قیام فرمایا تھاپ،انی کی ضرورت پڑی توآپ کی انگلیوں کی گھائیوں سے اتناپانی نکلاکہ اگرکئی لاکھ ہوتے توپانی سب کے لیے کافی ہوتا،اسی مقام پرایک درخت کے نیچے صحابہ سے آپ نے بیعت لی جسے بیعت الرضوان کہتے ہیں۔اسی جگہ مشرکین مکہ کے ساتھ مصالحت ہوئی اسی کوصلح حدیبیہ کہتے ہیں۔

حدیبیہ کی قدیمی مسجد:

حدیبیہ کی جدید مسجد۔جہاں اب نماز ہوتی ہے یہاں سے بھی ایک عمرہ کرنے کاموقع ملا۔ مزارام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا۔مدینہ روڈ پر ”نواریہ“ کے قریب واقع ہے، حضرت میمونہ کامزار خالص الانوار ہے۔یہ مزار سڑک کے بیچ میں ہے لوگوں کاکہنا ہے کہ سڑک کی تعمیر کے لیے مزار کو شہید کرنے کی کوشش کی جاتی تو بلڈوزرپلٹ جاتاناچاریہاں چہار دیواری ہٹادی گئی۔

مولدالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

یعنی حضور ﷺ پیدائش کی جگہ، یہ مقام صفاکے پورب لب سڑک واقع ہے، جہاں آج کل لائبریری قائم ہے۔

جبل ابوقبیس:

یہ پہاڑ مسجد حرام کے باہرصفاکے قریب واقع ہے اسی پہاڑ سے حضور ﷺ نے چاند کے دوٹکڑے کیے تھے۔

جبل نور:

یہ پہاڑ مکہ سے منیٰ جاتے ہوئے راستے میں پڑتاہے یہی وہ پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر حضرت جبرئیل امین نے حضور ﷺ کاسینہ مبارک چاک کیاتھااسی مقدس پہاڑ میں غار حراء ہے جس کی اونچائی تقریبًاپانچ ہزار دوسوفٹ ہے اوپر تک چڑھا،عبادت گاہ نبی میں دورکعت نفل پڑھ کرصلاۃ وسلام کانذرانہ پیش کیاپھراجتماعی دعائیں کیں۔

جبل ثور:

جومکہ سے دکھن جانب پانچ کلومیٹر کی دوری پرواقع ہے یہ پہاڑآٹھ ہزاردوسوفٹ بلندہے اسی پہاڑکی چوٹی کے قریب غار ثور ہے۔بحمدہ تعالیٰ اس پہاڑ پر بھی چڑھنے کی سعادت حاصل

ہوئی۔

جبل رحمت:

جو میدان عرفات کے قریب ہے۔جبل قزح۔ جو مزدلفہ میں ہے ان تمام زیارت گاہوں کے رہبرور ہنما مولانا شاہ عالم گورکھپوری جو ہمارے بس گائڈ تھے۔

مدینۃ المنورہ کی روانگی:

رکن شاسی سے مٹی وحشمت شام غربت
اب مدینہ کو چلو صبح دل آراد یکھو

۴؍محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۲؍اگست بروز منگل مدینہ طیبہ کے لیے ہم بس پر سوار ہوئے، درود وسلام کی صداؤں کے ساتھ ہمارا سفر شروع ہوا، کچھ دور نکلنے کے بعد مولانا مختار صاحب نے بس والے سے مائک لیا اور نعت پڑھنے لگے اور سلام رضا تضمین کے ساتھ خوب جھوم جھوم کر پڑھا، پورا قافلہ مچل گیا، پھر مجھے مائک دے کر فرمایا کہ حضرت آپ بھی کچھ بیان کریں۔میں نے آدھا گھنٹہ مدینہ طیبہ اور روضۂ رسول ﷺ کے آداب پر روشنی ڈال کر اپنی تقریر ختم کی اور کہا کہ درود وسلام کی صداؤں کے ساتھ ہمارا سفر جاری ساری رہنا چاہیے، سب کی زبان پر درود وسلام کے کلمات جاری ہوگئے، تقریبًا سات گھنٹے کی مسافت کے بعد مرکز عقیدت، شہر محبت مدینہ طیبہ داخل ہوئے۔

۹؍دن قیام کا شرف حاصل رہا، ان ایام کی ایک ایک ساعت ہماری زندگی کی سب سے قیمتی ساعت تھی، شہر رسول ﷺ کی پاکیزہ گلی کوچوں، نورانی فضا، ومعطر ہواؤں سے اپنے جسم وروح کو تازگی بخشی، ریاض الجنۃ وروضۂ رسول ﷺ کی حاضری سے مشرف ہو کر اپنے اپنے آبا واجداد اور تمام مومنین ومومنات کے لیے دعائیں کیں۔مقدس مقامات کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔اپنے رفقا کے ہمراہ پانچوں وقت الگ جماعت کر کے مسجد نبوی شریف میں نمازیں ادا کیں۔بحمدہ تعالیٰ کبھی کسی نے روکا نہیں بلکہ اکثر اوقات پاکستانی، مقامی اور دیگر ممالک کے لوگ بھی ہماری جماعت میں شامل ہو جاتے تھے۔ البتہ دو مرتبہ بدعقیدوں سے بحث وتکرار ضرور ہوئی۔ ایک بار مسجد نبوی شریف میں بردوان کا ایک غیر مقلد جو ہمارے ہوٹل ہی میں رہتا تھا۔بعد نماز ظہر بحث کرنے کے لیے سامنے آیا، دوران بحث کہنے لگا آپ لوگ الگ سے جماعت کیوں کرتے ہیں، مسجد نبوی کے امام کی اقتدا میں نماز کیوں نہیں پڑھتے، میں نے فروعی مسائل میں اسے ایسا الجھادیا اس کی بولتی بند ہوگئی، عقائد پر بحث کرنے کی جرات ہی نہ کی، راہ فرار اختیار کرنے لگا تو میں نے کہا ہم لوگوں کا قیام تو ایک ہی ہوٹل میں ہے، میرا روم نمبر ۱۰۱۶ ہے بعد عشا میرے روم میں آجائیے پھر تفصیلی بحث ہوگی مگر وہ نہ آیا۔اور ایک روز روضۂ رسول ﷺ کے باہر ہم اپنے رفقا کے ہمراہ روضۂ رسول کی طرف رخ کر کے ہاتھ پھیلا کر دعائیں مانگ رہے تھے۔اسئلك الشفاعة یارسول الله کے الفاظ زبان پر جاری ہوگئے، اتنے میں دو نجدی گستاخ سامنے آکر معترض ہوئے بولے، الی الکعبة هذاشرك قل ارزقنی الشفاعة یاالله۔میں نے کہا:

لاشرك فيه .قال الله تعالىٰ ولوانهم اذظلموا انفسهم جاء وك فاستغروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ،قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من زار قبری وجبت له شفاعتی.

اس پر کافی بحث ومباحثہ ہوگیا، پولیس والے جو دور کھڑے تھے، انھوں نے دیکھا تو آکر رفع دفع کروادیا۔اثنائے قیام مدینۃ المنورہ ان مقدس مقامات کی زیارت نصیب ہوئی۔

جنت البقیع:

یہ دنیا کا سب سے افضل قبرستان ہے جس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیگر ازواج مطہرات شاہزادی رسول خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء ودیگر بنات طیبات اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن واجلۂ صحابہ وصحابیات وعلمائے کرام واولیائے عظام علیہم الرحمۃ والرضوان مدفون ہیں۔جنت البقیع کے صدر گیٹ سے داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ میں کچھ فاصلے پر ایک ہی جگہ حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت امام حسن حضرت امام زین العابدین حضرت امام جعفر، حضرت امام باقر عم رسول حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبریں ہیں۔ان قبروں سے تھوڑا اتر ہٹ کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، شہزادی رسول حضرت زینب ودیگر ازواج مطہرات وبنات

اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی قبریں ہیں۔انہی قبروں کے قریب سے جو راستہ پورب کی جانب نکلا ہے۔آگے چل کر ایک بڑی سی قبر ہے وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ہے۔جنت البقیع کی اتری دیوار کی جانب حضرت حلیمہ سعدیہ وابن رسول حضرت ابراہیم اوران کے جوار میں حضرت امام مالک علیہم الرحمۃ والرضوان مدفون ہیں۔سلاطین عثمانیہ نے اہل بیت کے تمام مزارات پر عالیشان قبہ بنوادیا تھا جو قبۂ عباس کے نام سے مشہور تھا۔ابن سعود نجدی نے اپنے تغلب کے بعد قبے کوڈھادیا اور تمام مزارات کو توڑ کر کھنڈر کر دیا،یہ زیارتیں ہمیں ایک پاکستانی حاجی نے کرائی جو پہلے کئی بار یہاں آچکے تھے، ان کی مدد سے یہ معلومات فراہم ہوئی ورنہ ہمیں کیا پتہ چلتا کہ کونسی قبر کن کی ہے،یہ تو میرے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا کرم ،بزرگان دین کا فیضان تھا کہ ہمیں پاکستانی حاجی مل گئے۔ صرف ایک دن جنت البقیع کے اندر داخل ہوا اس کے بعد پھر کبھی اندر داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی، اس ڈر سے کہ کہیں کسی صحابی کی قبر پر پاؤں نہ پڑ جائے،کیوں کہ نجدی حکومت نے قبرستان کے اندر کئی راستے نکال دیے ہیں۔کتنی افسوس کی بات ہے کہ معدود چند قبروں کے علاوہ دیگر اجلۂ صحابہ وصحابیات کی مقدس قبروں کو مسمار کرکے نشانات مٹادیئے ہیں،اس لیے یہ معمول بنالیا تھا کہ روزانہ قبرستان کے باہر ہی سے فاتحہ پڑھ کر نذر پیش کرکے لوٹ آتا۔

مسجد قبا:

یہ مسجد مدینہ کے دکھن جانب مسجد نبوی سے تقریبًا چار کیلو میٹر کے فاصلے پر ہے،یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی مسجد ہے ۔اس پر دو رکعت کا ثواب مثل عمرہ کے ہے۔

مسجد جمعہ: یہ مسجد قبا سے پورے طرف ہے۔ حضور ﷺ نے پہلا جمعہ اسی جگہ ادا فرمایا تھا۔

مسجد غمامہ: اسی جگہ حضور ﷺ نماز عیدین پڑھتے تھے۔

مسجد ابوبکر: یہ مسجد غمامہ کے قریب اتر جانب ہے۔

مسجد علی: یہ بھی مسجد غمامہ کے قریب ہے۔

مسجد عثمانیہ:۔ مسجد بلال:۔ یہ مسجد نبوی کے دکھن طرف ہے۔

مسجد قبلتین:۔ اسی جگہ بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ قبلہ مقرر ہوا۔ **مساجد خمسہ**

مسجد جامع الخندق جنت خندق کے موقع پر اسی جگہ حضور ﷺ کا خیمہ تھا۔ یہیں آپ کی دعا قبول ہوئی اور مسلمانوں کو فتح ملی اسی لیے اسے مسجد فتح بھی کہتے ہیں ۔اس کے قریب چار مساجد اور ہیں۔

مسجد ابوبکر۔ مسجد عمر۔ مسجد علی۔ مسجد سلمان۔

یہ مقامات دراصل جنگ کے مورچے تھے۔چاروں صحابہ کرام ایک ایک مورچہ پر متعیّن تھے،ان حضرات نے نمازیں پڑھیں جس کے سبب یہ مورچے مسجد بن گئے۔ وادی بطحا۔ باغ سلمان۔ یہ باغ وادئی بطحا کے قریب ہے۔ میدان احد۔ جبل احد۔ جبل رماۃ۔ جو احد ہی میں ہے ۔ مزار سید الشہداء حضرت امر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ مزارات شہداء احد۔ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں ایک کمپاؤنڈ میں ہیں باقی دیگر شہدا اسی کمپاؤنڈ کے دکھن جانب مدفون ہیں۔

میدان بدر:

جو مدینہ طیبہ سے ایک سو ساٹھ کلو میٹر کی دوری پر ہے اسی میدان میں قلیب بدر ہے جس میں ابوجہل اور اس کے دیگر ہمراہی کو مار ڈالا گیا تھا۔

مزارات شہدائے بدر:

جو لب سڑک ایک احاطہ میں ہیں ۔جبل ملائکہ ۔جہاں فرشتے اترے تھے۔ مسجد عشریش۔ جو میدان بدر میں واقع ہے اسی جگہ نبی کریم ﷺ کا خیمہ تھا۔

بیر روحا:

جو مدینہ سے اسی کلو میٹر کے فاصلے پر ہے جہاں سے ستر انبیائے کرام کا گزر ہوا۔اس کنواں میں سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے لعاب دہن ڈالا تھا۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگ بدر کی واپسی پر یہاں پڑاؤ ڈالا۔ اس کنواں کا پانی پیا پانی کھارا تھا،لعاب دہن ڈالا تو میٹھا ہوگیا،یہ کنواں بھی جاری ہے،اس کنواں کے قریب ایک جگہ ہے جہاں عبادہ بن حارث مدفون ہیں ان دونوں کنوؤں کا پانی ہم لوگوں نے پیا اور بوتلیں بھی بھریں، رب تبارک وتعالیٰ

کافضل واحسان رہا، ساری زیارتیں بحسن وخوابی انجام پائیں، اڑیسہ کے حاجیوں نے بالخصوص میرے ہمراہی حاجی رضاء الحق صاحب نے خوب خوب ساتھ نبھایا، میں بہت مشکور ہوں ان حاجیوں کا جنہوں نے میری بڑی خدمت کی، ہر مقام پر میرا خیال رکھا، ایک روز ایک نوجوان حاجی جناب عارف بھدرک والے نے کہا۔ حضرت آپ کو ایک دن گوشت کھلاتے ہیں، میں نے کہا میں یہاں کا ذبیحہ نہیں کھاتا ہوں وہ بولے ہم بھی تو نہیں کھاتے ہیں، چلیے آج ہی آپ کے ہاتھ سے ایک بکرا ذبح کروا کے گوشت کھلاتے ہیں، پھر اس نے ایک برما کے بکر منڈی والے سے بات چیت کر کے پانچ سوریال میں ایک بکرا خریدا، مجھے بذریعہ کار اس کے گھر لے گیا۔ میرے ہاتھ سے ذبح کروا کر پچاس ریال قصائی کو دے کر گوشت بنوایا، چھ حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ مع سر، گوری کے مجھے عنایت کیا، مکہ مکرمہ میں دو ہی موقعوں پر گوشت میسر آیا، ایک تو یہی دوسرا اڑیسہ کے ایک اور نوجوان حاجی جناب عاشق الرحمٰن صاحب اپنی قربانی کا گوشت مذبح سے لا کر دیا تھا۔ ۱۲؍محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۱؍اگست ۲۰۲۲ھ بروز جمعرات رات کے گیارہ بجے مدینہ طیبہ سے ہماری واپسی کی تاریخ تھی، بروقت فلائٹ پر سوار ہو کر ساڑھے چھ گھنٹے کے سفر کے بعد بوقت صبح کلکتہ انٹرنیشنل ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ بحمدہ تعالیٰ امسال حج اکبری کا شرف حاصل ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ وبکرمہ الاعلیٰ حرمین شریفین کا یہ مبارک ومسعود سفر کثیر برکتوں وسعادوں کو اپنے دامن میں لیے ختم ہوا، اس سعادت کے حصول پر اپنے رب کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ تمام مومنین ومومنات کو زیارت حرمین شریفین کی سعادت مندی سے سرفراز کرے اور جن کو یہ سعادت حاصل ہو چکی ہے شرف قبولیت عطا فرمائے۔ حضرت مولانا سبحان رضا مصباحی کی فرمائش پر زیارت حرمین شریفین کا یہ سفرنامہ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ میں بھیجتے ہوئے افتخار وانبساط محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے علاقہ کا یہ اکلوتا رسالہ روز بروز ترقی کی شاہ راہ پر گامزن ہے، یقیناً یہ ہمارے علاقہ کے نوجوان علمائے کرام کی محنت وکاوش کا ثمرہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو نظر بد سے بچا کر دینی، ملی اور مسلکی ترجمان بنائے اور علمائے کرام کو مزید ملی وجماعتی خدمات خصوصاً مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی توفیق رفیق مرحمت فرما کر دارین کی سرفرازیوں سے مالامال کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

صفحہ 15 کا بقیہ

تبیین الحقائق میں ہے:

وَحَدِيثُ جَابِرٍ نَافٍ وما رَوَيْنَاهُ مُثْبِتٌ فَكَانَ أَوْلَى وَلِأَنَّ ما رَوَيْنَاهُ يُوَافِقُ الْأُصُولَ وما رَوَاهُ يُخَالِفُ فَالْأَخْذُ بِمَا يُوَافِقُ أَوْلَى ،وَلِأَنَّهَا لو لم تَكُنْ مَشْرُوعَةً في حَقِّهِمْ لَنَبَّهَ النبي صلى اللّٰهُ عليه وسلم على عَدَمِ مَشْرُوعِيَّتِهَا وَعِلَّةِ سُقُوطِهَا كما نَبَّهَ على تَرْكِ الْغُسْلِ وَعِلَّةِ سُقُوطِهِ وَلِأَنَّهُ صلى الله عليه وسلم صلى على غَيْرِ قَتْلَى أُحُدٍ من غَيْرِ تَعَارُضٍ[تبیین الحقائق، ج:۱، ص:۲۴۸، باب الشہید]

والإثباتُ أَوْلَى من النَّفْيِ كما في كلِّ حديثٍ، وهذا أصلٌ مُتَّفَقٌ عليه۔[المسالک فی شرح موطا مالک، ج:۳، ص:۵۴۹، جامع الصلاۃ علی الجنائز]

رد المحتار میں ہے:

انْ سُلِّمَ أَنَّهُ لَمْ يَرْتَقِ إلَى دَرَجَةِ الصِّحَّةِ فَلَيْسَ بِنَازِلٍ عَنْ دَرَجَةِ الْحَسَنِ ، وَمَجْمُوعُهَا مُرْتَقٍ إلَيْهَا قَطْعًا ، فَتَعَارَضَ مَا فِي الْبُخَارِيِّ عَنْ جَابِرٍ ، وَتَرَجَّحَ عَلَيْهِ بِأَنَّهَا مُثْبِتَةٌ ،وَهُوَ نَافٍ ،وَتَمَامُهُ فِيهِ۔

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ شہید کی نماز جنازہ کے ثبوت سے متعلق حدیث درجۂ صحت پر نہیں ہے مگر یہ بھی مسلم ہے کہ وہ حدیث کم از کم حسن ضرور ہے اور اس مضمون کی احادیث کا مجموعہ تو بلا شبہ درجۂ صحت پر ہے۔ اب ان احادیث اور صحیح بخاری کی حضرت جابر کی حدیث میں تعارض ہے، حضرت جابر کی حدیث چوں کہ نافی ہے اس لیے وہ مرجح ہوگی۔ [رد المحتار، ج:۶، ص:۴۲۷، باب الشہید]☆☆☆

کتاب	:	عرفان امام احمد رضا
ترتیب وتدوین	:	محمد ساجد رضا مصباحی محمد عارف حسین مصباحی
صفحات	:	668
سن اشاعت	:	۲۰۲۲ء/۱۴۴۳ھ
ناشر	:	علماے اہل سنت اتر دیناج پور
مبصر	:	مبارک حسین مصباحی

انتہائی مسرت و شادمانی ہے کہ اب خاکِ ہند کے مختلف صوبوں میں علماے اہل سنت قرطاس وقلم کے حوالے سے بھی بیدار ہو چکے ہیں، خاص طور پر جوانوں میں قلمی اور فکری امنگ و ترنگ اطمینان بخش نظر آتی ہے، ان میں احوال عصر کے تقاضے سمجھنے کی صلاحیت ہے اور نت نئے موضوعات پر لکھنے لکھانے اور مختلف راہیں نکالنے کی تگ ودو بھی مسلسل جاری ہے۔

قابل صد مبارکباد ہیں علماے اہل سنت اتر دیناج پور بنگال ہند کہ انھوں نے حالات کو سمجھنے کے لیے اجتماعی پلیٹ فارم بنایا اور اس سمت میں متعدّد علمی اور فکری تحریکیں چھیڑیں، سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور، اس دینی اور علمی جریدے کی ذمہ داری تنظیم عاشقانِ مصطفیٰ، شاہ پور بازار، ضلع اتر دیناج پور بخوبی سنبھالے ہوئے ہے۔ مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا مفتی ساجد رضا مصباحی، جب کہ مجلس ادارت میں نائب مدیر حضرت مولانا غلام محمد ہاشمی مصباحی، معاون مدیر حضرت مولانا محمد عسجد رضا قادری اور سرکولیشن مینیجر ہیں حضرت مولانا محمد مظفر حسین رضوی اور مینیجر ہیں جناب محمد وسیم رضا، رسالہ اپنے آغاز سے لے کر اب تک پابندی کے ساتھ معیاری نکل رہا ہے۔ مضامین وقیع، گراں قدر اور مفید ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل اسے لمبی عمر عطا فرمائے، آمین۔

"تذکرۂ علماے اہل سنت اتر دیناج پور" ترتیب کے آخری مرحلے میں ہے، یہ تذکرہ دیگر صوبوں اور اضلاع کے لیے نمونۂ عمل ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس وقت ہماری میز پر ہے "عرفان امام احمد رضا" ۶۶۸ صفحات پر مشتمل ہے یہ ضخیم، دیدہ زیب اور مجلد دستاویز ہے، صد سالہ عرس امام احمد رضا محدث بریلوی کے زریں موقع پر "دو روزہ امام احمد رضا نیشنل سیمینار و کانفرنس" ۲۰، ۲۱ ربیع الآخر ۱۴۴۴ھ/۲۹، ۳۰ دسمبر ۲۰۱۸ء میں دارالعلوم فیض عام کونہ، نوری نگر کمات، ضلع اتر دیناج پور مغربی بنگال میں منعقد ہوا، رضا شناسی کے حوالے سے اس تاریخی سیمینار میں ملک کی نام ور شخصیات نے شرکت فرمائی۔ "عرفانِ امام احمد رضا" سیمینار میں پیش آمدہ مضامین اور کچھ دیگر اہم نگارشات کا مرقعِ جمیل ہے۔ ترتیب و تدوین کے گراں قدر فرائض انجام دیے ہیں محب گرامی وقار معروف قلم کار حضرت مولانا مفتی محمد ساجد رضا مصباحی دام ظلہ العالی اور پیکر اخلاص حضرت مولانا محمد عارف حسین مصباحی زید مجدہ نے۔ اتر دیناج پور کی سرزمین پر مشائخ اہلِ سنت کی تشریف آوری عرصۂ دراز سے ہوتی رہی ہے، تاج دارِ اہلِ سنت حضور مفتیِ اعظم ہند، مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی وغیرہ اکابر آتے رہے۔

مرتبِ باوقار حضرت مفتی ساجد رضا مصباحی نے مدرسہ اسلامیہ فیض عام اتر دیناج پور کے بارے میں سالانہ میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے ایک مکمل پوسٹر نقل کیا ہے، ہم ذیل میں اس کی تلخیص پیش کرتے ہیں:

عظیم الشان جلسہ بمقام موضع کونہ، 17، 18، 19 شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ/ 22، 23، 24 ماگھ/۴، ۵، ۶ فروری ۱۹۶۱ء میں منعقد ہوا جس میں درج ذیل مشائخ اور علما کی جلوہ گری ہوئی:

[۱]-فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، بریلی شریف۔

[۲]-مناظر اعظم حضرت مفتی محمد حسین مفتی اعظم سنبھل۔

[۳]-شہزادۂ شیر بیشۂ اہلِ سنت، حضرت علامہ مشاہد رضا پیلی بھیت۔

[۴]-بلبل ہند حضرت مفتی رجب علی قادری۔

اکابر اہلِ سنت کی آمد کے تذکار کا مقصد یہ ہے کہ یہ علاقہ ۱۹۶۱ء سے اپنے مشائخ اور علما کی قدر کرنا جانتا ہے، مگر یہ تو تاریخی ثبوت ہیں، مسلمان ان علاقوں میں مدتوں سے آباد ہیں، ان کی دینی، علمی اور اخلاقی ضرورتوں کی تکمیل اولیاے کرام، علماے عظام اور دیگر اہل علم ہی فرماتے رہے ہیں۔

اتر دیناج پور کی اس تاریخی آبادی میں امام احمد رضا نیشنل سیمینار و کانفرنس کا انعقاد وہاں کے ذمہ دار علماے کرام کا ایک تاریخی اور یادگار کارنامہ ہے، خاص بات یہ ہے کہ اس جشنِ صد سالہ میں مالی تعاون بھی 381 علماے کرام نے کیا۔ اس فہرست کے بعد مرتبین نوٹ لگاتے ہیں:

"اس فہرست میں صرف انھی علماے کرام کے نام شامل ہیں جنھوں نے جشنِ صد سالہ اعلیٰ حضرت وہاٹس ایپ گروپ کے ذریعے "امام احمد رضا نیشنل سیمینار و کانفرنس" کا مالی تعاون فرمایا، ان کے علاوہ بھی کثیر علماے کرام نے مختلف ذرائع سے تعاون فرمایا۔"

اس مجموعۂ مضامین میں چھ ابواب ہیں، ابواب کو اگر اول دوم اور سوم کے بجائے پہلا دوسرا اور تیسرا باب ہوتا تو شاید زیادہ بہتر تھا۔ دوسری چیز یہ کھٹک رہی ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی شخصیت۔ خدمات اور روابط و تعلقات وغیرہ کو صرف ایک باب میں سمیٹ دیا گیا ہے، اگر ان ذیلی سرخیوں کو عقائد و کلام، علم حدیث و اصول حدیث اور فقہ و اصول فقہ وغیرہ کو مستقل باب بنا دیا جاتا تو شاید زیادہ بہتر ہوتا۔ اس مرقع جمیل میں:

ابتدائیہ: ۲ تحریریں۔

بابِ اول میں: تقریظات ۳ و تاثرات میں ۲۱ تحریریں ہیں۔

بابِ دوم میں: امام احمد رضا نیشنل سمینار پس منظر و پیش منظر

باب سوم میں: خطبات و مشاہدات۔

باب چہارم میں: مقالات ہیں جو درج ذیل ضمنی عنوانات پر منقسم ہیں:

عقائد و کلام، علم حدیث و اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، معاشیات و سیاسیات، اصلاح و موعظت، ادبیات، اوصاف و کمالات، خدمات و اثرات اور روابط و تعلقات، کل 65 تحریریں۔

اس باب کے بعد ضمیمہ ہے۔ ایک تحریر۔

باب پنجم میں امام احمد رضا نیشنل سیمینار و کانفرنس کی کہانی اخبارات و رسائل کی زبانی۔ دو تحریریں۔

باب ششم میں: ذکر ان کا جنہیں یاد رکھا جائے گا، دو تحریریں۔

یہ ایک سچائی ہے کہ "عرفان امام احمد رضا" میں اہم مضامین اور تحقیقات ہیں۔ آپ کی آفاقی اور ہمہ گیر شخصیت کا عرفان ان تحریروں کی روشنی میں بڑی حد تک ہو جاتا ہے، ہمارے یہاں کانفرنسیں تو بڑی بڑی ہوتی ہیں، مگر عام طور پر چند گھنٹوں میں چوکے چھکے لگا کر بات ختم کر دی جاتی ہے۔ لاکھوں روپئے خرچ کر کے بھی عوام کے ہاتھ میں معمولی سی شناسائی آتی ہے، پہلے تو خطبہ بھی کہاں تک صحیح بیان کرتے ہیں، یہ الگ مسئلہ ہے، پھر سامعین بھی ان بیانات میں بہت کچھ گھٹا بڑھا دیتے ہیں۔ اس پس منظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ "امام احمد رضا نیشنل سیمینار و کانفرنس" ایک یادگار کارنامہ ہے جسے "عرفانِ امام احمد رضا" میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔

محب مکرم حضرت علامہ مجاہد حسین رضوی مصباحی نے "امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر میں کمال احتیاط" کے موضوع پر مختصر فاضلانہ تحریر عطا فرمائی ہے۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کی عظیم شخصیت و فکر پر بہت سے شبہات قائم کیے جاتے ہیں، ایک یہ کہ آپ نے چار دیابنہ کی عبارتیں مشائخ حرمین کے سامنے بطور استفتا پیش فرمائیں، انھیں فتاویٰ کے مجموعے کا نام "حسام الحرمین" ہے، مگر مولوی اسماعیل دہلوی کے تعلق سے سکوت اختیار فرمایا جب کہ استاذ مطلق حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نے اپنی علمی کتاب "تحقیق الفتوی" میں اس کی تکفیر فرمائی ہے، آپ کے

فتوے پر اس عہد کے اکابر علما اور مشائخ کی تصدیقات بھی ہیں۔

حضرت علامہ مجاہد حسین رضوی نے شاید اسی اعتراض کے جواب میں یہ گراں قدر تحریر رقم فرمائی ہے۔

حضرت مولانا اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

"احتمال کی قسمیں اور لزوم والتزام کفر: احتمال کی تین قسمیں ممکن ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

اول: [احتمال في الكلام] یعنی کلام میں کوئی جائز توجیہ و تاویل ہو سکتی ہو، یہ احتمال لزوم کفر کی نفی کرتا ہے، یاد رہے کہ صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے۔

دوم -[احتمال في التكلم] یعنی اس بات میں شبہہ آجائے کہ قائل نے وہ کفر کا کلمہ بولا یا نہیں، یہ احتمال جب آئے گا تو قائل کا التزام کفر ثابت نہ ہو سکے گا۔

سوم: [احتمال في المتكلّم] یعنی خود قائل کے مطابق شبہہ ہو کہ اس نے بے خیالی و بے خبری میں یا حالت سُکر یا غلبۂ حال میں یہ کلام کہا ہے اور اس کی قباحت پر آگاہ نہ کیا گیا کوئی ضعیف قول اس کی توبہ کا مل جائے تو بھی قائل کا التزام کفر ثابت نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت نے لزوم کفر و التزام کفر کے اسی فرق کو ملحوظ رکھا اور مولوی اسماعیل دہلوی کے اقوال کفریہ سے قائل کے توبہ کر لینے کی شہرت کے سبب ان کی نظر میں ایک گونہ احتمال في المتكلّم پیدا ہو گیا اور التزام کفر متحقق نہ ہوا، اس لیے اسے کافر کہنے سے اپنی زبان روک لی اور فرمایا کہ:

ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الہ لا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے، جب تک وہ وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن و جلی نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی نہ رہے۔ [فان الاسلام يعلو ولا يعلى] اسلام غالب ہے مغلوب نہیں، مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اور بے شک کہتا ہوں کہ بلا ریب ان تابع و متبوع سب پر ایک گروہ علما کے مذہب میں بوجوہ کثیرہ کفر لازم - والعياذ بالله ذي الفضل الدائم. [فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد۱۵، ص:۴۲۹،۴۳۰]

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"بالجملہ تکفیر اہل قبلہ و اصحاب کلمہ طیبہ میں جرأت و جسارت محض جہالت بلکہ سخت آفت جس میں وبال عظیم و نکال کا صریح اندیشہ، والعياذ بالله رب العالمين، فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو اگر چہ بظاہر کیسا ہی شنیع قطعی ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں، اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔" [فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد۲۱، ص:۳۱۷]

محدث بریلوی امام احمد رضا کی اس احتیاطی فکر سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ مسئلہ تکفیر میں کتنے محتاط تھے، مسئلہ تکفیر کے حوالے سے ان کی فکر پر اعتراض کرنے والے سوچیں کہ آپ بلا شبہہ کسی کی تکفیر کرنے میں آخری مرحلے تک احتیاط فرماتے تھے۔ فتدبر یا أولي الأبصار۔

محب گرامی حضرت مولانا محمد عارف حسین قادری مصباحی دام ظلہ العالی قابل ذکر فاضل اشرفیہ ہیں، تدریسی صلاحیت اور فتویٰ نویسی سے بڑی حد تک شناسائی ہے، علم و عمل کے ساتھ پیکر اخلاق بھی ہیں، کچھ کر گزرنے کا جذبہ آپ کے دل و دماغ پر ہمیشہ چھایا رہتا ہے۔ دنیا کا ہر بڑا کام مصروف ترین فنکاروں نے انجام دیا ہے، آپ اس مجموعہ مضامین کے مرتب بھی ہیں، آپ کا ایک طویل تحقیقی مضمون "امام احمد رضا ایک عظیم ناقد حدیث" بھی شامل ہے، اس کے صفحات کی تعداد 60 ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مفتی صاحب دام ظلہ العالی نے بڑی محنت اور تحقیق سے یہ علمی تحقیقات جمع فرمائی ہیں، عہد رسالت مآب ﷺ سے لے کر امیر المومنین سیدنا عثمان غنی کی شہادت تک احادیث کے حفظ و ترسیل کا معاملہ بہت درست رہا، عہد رسالت میں تو قرآن عظیم بھی نازل ہوتا رہا، اس لیے آقا کریم ﷺ نے احادیث کو نقل کرنے میں احتیاط سے کام لینے کا حکم صادر فرمایا، مگر بعض صحابہ کرام حزم و احتیاط کے ساتھ احادیث نوٹ کر کے اپنے پاس محفوظ فرما لیتے تھے، ان لکھنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عمرو کا اسم گرامی سرفہرست ہے، مگر اس کے بعد مسلمانوں میں کچھ نا روا چیزیں در آئیں۔

اپنی معروف کتاب "تدریب الراوی" میں محدث جلیل حضرت حماد بن زید نے فرمایا:

وضعت الزنادقة على رسول الله ﷺ اربعة عشر

الف حدیث۔ [تدریب الراوی، ص:۲۵۲]

زنادقہ نے حضور ﷺ پر چودہ ہزار حدیثیں گڑھیں۔

روافض نے بھی اہل بیت کے فضائل میں حدیثیں گڑھیں ان کے مقابلے میں بعض ناصبیوں نے اور چند جاہل سنیوں نے بھی حضرت معاویہ، سیدنا صدیق اکبر، اور سیدنا فاروق اعظم کے فضائل میں کچھ حدیثیں گڑھیں۔

اسی مضمون میں ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے حافظ ابو یعلی اور حافظ خلیل کے حوالے سے صراحت فرمائی ہے کہ رافضیوں نے حضرت مولا علی اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے فضائل میں تقریباً تین لاکھ حدیثیں گڑھیں۔

ان نازک اور انتہائی حساس تقاضوں کے پیش نظر فنِ اسماء الرجال اور احادیث کے نقد وطعن کے حوالے سے اصول حدیث ایک مستقل فن کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا، اس موضوع پر سیکڑوں مستقل تصانیف بھی ہیں اور مسائل شرعیہ کے ضمن میں بھی بہت سے مسائل پیش کر دیے جاتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی فن حدیث میں حد درجہ مہارت رکھتے تھے، بقول علامہ حنیف خاں بریلوی:

”میں نے تلاش وجستجو شروع کی تو اب تک امام احمد رضا خاں کی ساڑھے تین سو کتب و رسائل میں تقریباً چار سو کتابوں کے حوالے احادیث مبارکہ کے تعلق سے ملے [جامع الاحادیث، ج:۱، ص:۱۴۱]

امام احمد رضا عظیم فقیہ و محدث تھے، آپ نے فنِ حدیث، اصول حدیث، رجالِ حدیث، اکابر محدثین پر تطفلات، اپنے عہد کے بعض نام نہاد محدثین پر حیرت انگیز نقد و نظر، ان تمام تفصیلات کو حیرت انگیز انداز سے مقالہ نگار نے جمع فرمایا ہے، آپ کے نقد کی صرف ایک مثال ذیل میں پڑھیے۔

”[۵]-عن ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا قالت: کان رسول اللہ ﷺ فی السفر یؤخر الظھر و یقدم العصر، و یؤخر المغرب و یقدم العشاء۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت صدیقہ نے ارشاد فرمایا: حضور اقدس ﷺ سفر میں ظہر کو دیر فرماتے، عصر کو اول وقت پڑھتے، مغرب کی تاخیر فرماتے عشا کو اول وقت پڑھتے۔ [شرح معانی الآثار، باب جمع بین الصلاتین الخ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ج:۱، ص:۱۱۳]

اس حدیث کی سند یہ ہے:

حدثنا فحدثنا الحسن بن البشیر ثنا المعافی بن عمران کلاھما عن مغیرہ بن زیاد الموصل عن عطاء بن ابی رباح عن ام المومنین عائشۃ۔

اس سند میں ایک راوی مغیرہ بن زیاد موصلی ہیں جن کے بارے میں میاں نذیر حسین دہلوی نے تقریب کا حوالہ دے کر یہ دعوی کیا تھا کہ وہ وہمی ہیں اسی لیے مجروح اور ناقابل اعتبار ہیں۔ واضح رہے کہ تقریب میں یہم کے ساتھ صدوق کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ اور اس صورت میں راوی ہرگز مجروح نہیں ہوتا بلکہ اس طرح کے کثیر رواۃ تو صحیحین میں بھی موجود ہیں۔

اعلی حضرت فاضل بریلوی نے کثیر نظائر و شواہد کی روشنی میں یہ واضح فرمایا کہ یہ نہ مجروح ہیں اور نہ ہی ناقابل اعتبار بلکہ امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ کے رجال سے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مبارک و مسعود کلمات یہ ہیں:

حدیث ام المومنین صدیقہ مروی امام طحاوی و نیز امام احمد وابن ابی شیبہ استادان بخاری ومسلم کے رَد کو پھر وہی معمولی شگوفہ چھوڑا کہ ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیادہ موصلی ہے، اور یہ مجروح ہے کہ وہمی تھا۔ قالہ الحافظ فی التقریب. [معیار الحق، ص:۴۰۱]

اقول: اولا: تقریب میں صدوق کہا تھا وہ صندوق میں رہا۔

ثانیا: وہی اپنی وہمی نزاکت کہ لہ اوھام کو وہمی کہنا سمجھ لیا۔

ثالثا: وہی صحیحین سے پرانی عداوت تقریب دور نہیں، دیکھئے تو کتنے رجال بخاری ومسلم کو یہی صدوق لہ اوھام [سچا ہے، اس کے اوہام ہیں]. کہا ہے۔

رابعا: مغیرہ رجال سنن اربعہ سے ہے امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے یہاں تشدد شدید فرمایا: لیس بہ باس [اس میں کوئی برائی نہیں] زاد یحیی لہ حدیث واحد منکر [اس کی صرف ایک حدیث منکر ہے] لاجرم وکیع نے ثقہ، ابوداؤد نے صالح، ابن عدی نے: عندي لاباس بہ [میرے نزدیک اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں، اگر چہ درجہ

صحاح پر بالغ نہ ہو جس کے سبب نسائی نے: لیس بالقوی [اس درجے کا قوی نہیں ہے۔ ابواحمد حاکم نے: لیس بمتین عندھم [اس درجے کا متعیّن نہیں ہے ان کے نزدیک] کہا: لا انه لیس بقوی لیس بمتین و شتان مابین العبارتین [نہ یہ کہ سرے سے قوی اور متین نہیں ہے، ان دو عبارتوں میں بہت فرق ہے۔] حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا، اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں۔ [میزان الاعتدال، ترجمہ مغیرہ بن زیاد موصلی:۸۷۰۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ج:3، ص:۱۹۰ / فتاوی رضویہ مترجم، ج:۵، ص:۱۸۶، رسالہ: حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین] [ص:۲۰۷،۲۰۸]

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ بلا شبہہ عبقری شخصیت تھے، آپ تمام علوم متداولہ میں اعلیٰ حضرت تھے، آپ کی انفرادیت فقہ حنفی میں تھی، اس تعلق سے متعدّد مضامین اور تحقیقی مقالات ہیں، سرِ دست ہم اسم گرامی پیش کرتے ہیں ڈاکٹر حسن رضا پی ایچ ڈی پٹنہ کا۔ آپ نے سب سے پہلے امام احمد رضا محدث بریلوی کے فقہی مقام پر ڈاکٹریٹ کی۔ آپ ڈائریکٹر اردو تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ آپ سنجیدہ اور باوقار خطیب ہیں۔ آپ کے مقالے کا عنوان ہے "طبقاتِ فقہا اور امام احمد رضا" آپ نے واقعی اپنے عنوان کا بڑی حد تک حق ادا فرما دیا ہے۔ مباحث پر گفتگو کرنا اپنے تبصرے کی تنگ دامنی کے خلاف ہوگا، آپ کے مقالے کی آخری سطریں ملاحظہ فرمائیں:

"اعلیٰ حضرت کی انھی فقہی تحقیقات اور بے مثال تنقیحات کا جائزہ لینے کے بعد علامہ سید اسماعیل مفتی حرم علیہ الرحمہ پکار اٹھے:

"لو راه الأمام أبو حنيفة لجعله في أصحابه"

ایک حد تک ہم بھی اس رائے سے متفق ہیں کہ اعلیٰ حضرت قواعد اصول و فروع اور احکام میں ابو حنیفہ کے ایک عظیم مقلد تھے اور تقلیدی شان کے ساتھ ہی منصب اجتہاد فی المسائل واجتہاد فی المذہب کی پوری اہلیت رکھتے تھے۔" [ص:۲۲۵]

ان مقالات میں معلومات کا ذخیرہ ہے، حضرت قاری محمد شبیر فیضی نے "امام احمد رضا اور تواضع و انکساری" کے موضوع پر چند چیزیں بڑی اہم نقل فرمائی ہیں:

"مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے۔ ایک سال بریلی میں رمضان المبارک کی ۲۰ تاریخ سے اعتکاف کیا، اعلیٰ حضرت مسجد میں آتے تو فرماتے جی بہت چاہتا ہے کہ میں بھی اعتکاف کروں مگر فرصت نہیں ملتی، آخر ۲۶ ماہ رمضان کو فرمایا آج سے میں بھی معتکف ہی ہو جاؤں، اعلیٰ حضرت بعد افطار پان نوش فرماتے، شام کو کھانا کھاتے، میں نے کسی دن نہیں دیکھا سحری کو صرف ایک چھوٹے سے پیالے میں فرنی اور ایک پیالی میں چٹنی آیا کرتی تھی، وہ نوش فرمایا کرتے، ایک دن میں نے دریافت کیا حضور فرنی اور چٹنی میں کیا جوڑ ؟ فرمایا نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت ہے، اس لیے یہ چٹنی آتی ہے، ایک دن شام کو پان نہیں آئے اور یہ بہت پختہ عادت تھی کہ کھانے کی کوئی چیز طلب نہیں فرماتے، خاموش رہے، مگر چوں کہ پان کے از حد عادی تھے، ناگواری ضرور پیدا ہوئی، مغرب سے تقریبا دو گھنٹے بعد گھر کا ملازم ایک بچہ پان لایا، حضرت نے اسے ایک چپٹ مارا اور فرمایا کہ اتنی دیر میں لایا بعدہ سحری کے وقت سحری کھا کر مسجد کے باہر دروازے پر تشریف لائے اس وقت رحیم اللہ خان ملازم اور میں دو شخص مسجد میں تھے، فرمایا: آپ صاحبان میرے کام میں مخل نہ ہوں، میں گھبرایا اور عرض کی حضور ہم تو خدام ہیں مخل ہونا کیا معنی ؟ بعد میں اس بچے کو بلوایا جو شام کو پان دیر میں لایا تھا اور فرمایا کہ شام کو میں نے غلطی کی جو تم کو چپٹ ماری، دیر سے بھیجنے والے کا قصور تھا، لہٰذا تم میرے سر پر چپٹ مارو اور ٹوپی اتار کر اصرار فرمار ہے ہیں، ہم دونوں بہت مضطرب اور دم بخود پریشان اور وہ بچہ بھی بہت پریشان اور کانپنے لگا، اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا، حضور میں نے معاف کیا، فرمایا تم نابالغ ہو تمھیں معاف کرنے کا حق نہیں، تم چپٹ مارو، مگر وہ نہ مار سکا، بعدہ اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے اور پیسے دکھا کر فرمایا میں تم کو یہ دوں گا، تم چپٹ مارو، مگر وہ بے چارہ نہیں کہتا رہا، حضور میں نے معاف کیا، آخر کار اعلیٰ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپیٹیں اپنے سر مبارک پر اس کے ہاتھ سے لگائیں اور پھر اس کو پیسے دے کر رخصت فرمایا۔"

اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس علم کے جبل شامخ کے وجود ناز میں شریعت کی پاسداری اور تواضع و انکساری کتنی حیرت انگیز تھی، آپ اپنے ذاتی معاملات میں کتنے محتاط اور دیانت دار تھے

،ایسے کتنے ہی واقعات عام زندگیوں میں پیش آتے رہتے ہیں، علما اور صوفیا کی شخصیات اہم ہیں مگر خود ہم لوگوں کے احوال بھی قدم قدم پر افسوس ناک ہیں، نفس نفس میں شریعت وسنت کا لحاظ رکھنا کتنا مشکل امر ہے، اے اللہ تو ہمیں بھی سچی خشیت ربانی اور اپنے رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق سے سرفراز فرما۔

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ امام احمد رضا سائنسی علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے مگر جن مسائل میں فقہی نقطۂ نظر سے آپ نے توجہ فرمائی، اس میں حق ادا فرمادیا، یہ سچ ہے کہ آپ نے اپنے فتاویٰ میں جو تحقیقات درج فرمائی ہیں، فقہ حنفی کے ماخذوں سے استفادہ کیا ہے مگر بروقت ان سے استفادہ یہ آپ کی حیرت انگیز اخاذ طبیعت کا کمال ہے مثال کے طور پر ''امام احمد رضا اور سائنسی علوم'':

''امام احمد رضا اور نظریۂ طاعون :[PLAGUE] امام احمد رضا نے میڈیکل سائنس کے اس مضمون [Plague] پر ایک حیران کن تحقیق کرتے ہوئے ''تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون'' نامی رسالہ لکھ کر میڈیکل سائنس کے باطل اور جھوٹے نظریات کو چیلنج کیا اور یہ ثابت کیا ہے کہ کسی وبا کے بارے میں اسلامی نظریہ یہ ہے کہ جہاں ہو وہاں جانے سے گریز کیا جائے اور جہاں یہ مرض ہو اس سے بھاگنا نہیں چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے طاعون سے بھاگنے کو میدان جنگ سے فرار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اس فعل کو گناہ کبیرہ قرار دیا اور صبر و استقامت سے رہنے والے کو شہادت کے درجہ کی خوش خبری سنائی۔[ص:۵۴۵]

حضرت مولانا فرید احمد خاں شفیقی نے اس قسم کی اور بھی گراں قدر مثالیں جمع فرمائی ہیں۔

''عرفان امام احمد رضا'' میں کثیر اہل علم کی نگارشات ہیں، سب پر اظہار خیال کرنا بہت مشکل ہے، حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی، حضرت علامہ محمد عبد المبین نعمانی، حضرت مفتی شفیق احمد شریفی، حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی علیہ الرحمہ، حضرت مفتی ذوالفقار علی رشیدی مصباحی، ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی، حضرت مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد، حضرت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی، حضرت مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی، حضرت مفتی کمال الدین اشرفی مصباحی، حضرت مفتی شعیب عالم نعیمی اور راقم سطور مبارک حسین مصباحی وغیرہ وغیرہ۔

پیش نظر ''عرفان امام احمد رضا'' گوناگوں اوصاف کا حامل ہے ،مبارک باد کے مستحق ہیں علمائے اہل سنت اتر دیناج پور کہ انھوں نے اہل سنت کی نابغۂ روزگار شخصیت، مجدد وخطیب، بے مثال مترجم قرآن اور بلند پایہ مفسر، یگانۂ روزگار محدث و ناقد، اپنے عہد کے عبقری فقیہ، امام نعت گویان، معارف تصوف کے پیش رو، حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچنے والے یگانۂ عصر مصلح اعظم، عشق رسول ﷺ کی خوشبو آپ کے اقوال اور افعال سے پھوٹتی تھی اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ بلاشبہ امام احمد رضا محدث بریلوی بے شمار خوبیوں کے حامل تھے ان کی مثال چند صدیوں میں نظر نہیں آتی۔

علم اور اخلاص کے پیکر قابل صد تکریم حضرت مولانا مفتی ساجد رضا مصباحی دام ظلہ العالی ،آپ عالی دماغ رکھتے ہیں، کامیاب استاد اور مستند فتویٰ نویس ہیں، صحافت میں بھی ممتاز مقام رکھتے ہیں، معاملہ فہم، نیک سیرت ہیں، آپ کی متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، آپ کی تحریروں میں ادیبانہ رنگ رہتا ہے، فقہی بصیرت کے حامل ہیں، اس لیے شریعت کی پاس داری بھی خوب رہتی ہے۔

دوسرا اہم نام ہے معتبر فرزند اشرفیہ، تدریس وتحریر میں ممتاز صلاحیت کے حامل حضرت مولانا مفتی محمد عارف حسین مصباحی دام ظلہ العالی، آپ علمی تدبر اور عملی توازن رکھتے ہیں، معاملات میں سنجیدہ اور کچھ کر گزرنے کا مسلسل حوصلہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سے دین وسنیت کی زیادہ سے زیادہ خدمات لے۔ آمین۔

اب ہم چند معروضات پیش کرتے ہیں:

[۱]-امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی باضابطہ مکمل حیات و خدمات پر کوئی مضمون نہیں ہے حالاں کہ ہوتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔

[۲]-امام احمد رضا کی تصانیف کے حوالے سے بھی کوئی مستقل مضمون نہیں ہے۔

بہر کیف کتاب جامع اور معلومات افزا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبولیت کی سرفرازیوں سے نوازے اور عرفان امام احمد رضا محدث بریلوی کا اجالا دنیا کے گوشے گوشے میں عام ہو۔ آمین۔

☆☆☆

تحریک دعوت انسانیت کا اہم اقدام

دارالقضاء، دارالافتاء، شعبہ تربیت افتا اور حافظ بخاری لائبریری کا افتتاح

از: شعبۂ نشر واشاعت تحریک دعوت انسانیت، ڈیرہ پور، کان پور دیہات

مورخہ ۳/ذی قعدہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۴/مئی ۲۰۲۳ء بروز بدھ آستانہ عالیہ رفیقیہ ڈیرہ پور شریف کان پور دیہات میں تحریک دعوت انسانیت کے زیر اہتمام عظیم الشان تقریب افتتاح کا انعقاد ہوا، جس کی سرپرستی استاذ العلماء جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی رحمت اللہ صاحب قبلہ سابق شیخ الحدیث مدرسہ مدینۃ العلم بھدوہی اور مخدوم گرامی وقار مفکر اسلام حضرت علامہ سید انور میاں چشتی قبلہ سربراہ اعلیٰ جامعہ صمدیہ دارالخیر پھپھوند شریف نے فرمائی، جب کہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے شہزادۂ اکبر المشائخ مخدوم گرامی وقار حضرت مفتی سید اطہر میاں صاحب قبلہ اور مخدوم گرامی حضرت مولانا سید محمد مظفر چشتی قبلہ آستانہ عالیہ صمدیہ مصباحیہ پھپھوند شریف نے شرکت فرمائی۔

تحریک دعوت انسانیت کے بانی مناظر اہل سنت استاذ العلما حضرت علامہ مفتی محمد انفاس الحسن چشتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ رفیقیہ ڈیرہ پور شریف کی قیادت میں منعقد اس تقریب افتتاح میں ''دارالقضا''، ''دارالافتا''، ''شعبہ تربیت افتا'' اور ''حافظ بخاری لائبریری'' کا افتتاح عمل میں آیا۔

ن حضرت علامہ مفتی رحمت اللہ قادری بلرام پوری قبلہ دام ظلہ العالی نے تربیت افتا کے طلبہ کو ''الاشباہ والنظائر'' اور ''شرح معانی الآثار'' کا پہلا درس دے کر شعبۂ تربیت افتا کا افتتاح فرمایا۔ انھوں کے قضا وافتا کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی اور اپنے تاثراتی خطاب میں فرمایا کہ مجھ سے چالیس سالہ تدریسی دور میں سیکڑوں تلامذہ نے استفادہ کیا لیکن ان سب میں جس قدر دینی وعلمی خدمات حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی کے ذریعہ انجام پائیں وہ کسی کے ذریعہ نہیں انجام پا سکیں، یہ ان پر اللہ کا خاص فضل، ان کے مرشد گرامی حضور اکبر المشائخ علامہ سید محمد اکبر میاں چشتی علیہ الرحمہ کی خصوصی نگہ عنایت اور مشائخ عظام کا فیضان ہے۔ تحریک دعوت انسانیت کا قیام اور اس کے ذریعہ انجام پانے والی دینی، علمی اور دعوتی خدمات انتہائی مسرت انگیز اور اطمینان بخش ہیں۔

مخدوم گرامی حضرت مولانا سید مظفر چشتی قبلہ نے اپنے تاثراتی خطاب میں دارالقضا، دارالافتا، شعبہ تربیت افتا کے قیام کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا کہ دارالقضا کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے، اس وقت مسلم سماج کے اکثر خاندان مقدموں اور کورٹ کے چکر میں اپنی کمائی اور طاقت صرف کر رہے ہیں، جب کہ اختلافی معاملات میں ہمیں دارالقضا کی طرف رجوع کر کے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں فیصلہ حاصل کرنا چاہیے اور اسی پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

بانی تحریک دعوت انسانیت حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ العالی نے تمام علما ومشائخ اور مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریک دعوت انسانیت کے زیر اہتمام انجام پانے والی دینی، علمی اور تبلیغی خدمات پر روشنی ڈالی اور مستقبل کے عزائم سے روشناس کرایا۔

اس موقع پر مولانا ظفر نوری ازہری گوالیر نے بھی ایک مختصر اور اہم خطاب فرمایا۔ مولانا محمد ساجد رضا مصباحی سابق استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف نے بھی تحریک دعوت انسانیت اور بانی تحریک کے حوالے تاثرات پیش کیے۔

پروگرام کی نظامت حضرت مولانا غلام جیلانی مصباحی استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف نے فرمائی، مولانا آفتاب عالم چشتی صمدی نے نعت پاک کے اشعار پیش فرمائے۔ حضرت مولانا غلام محبوب سبحانی ازہری اور شہ زادۂ انفاس ملت مولانا عبید الحسن چشتی عرف سچے میاں وغیرہ نے نظم ونسق اور انتظام وانصرام کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ بیان ولادت شریف اور صلاۃ وسلام ودعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔

من جانب:
تحریک دعوت وانسانیت ڈیرہ پور کان پور دیہات

جامعۃ المصطفیٰ حیدرآباد میں جشن افتتاح تعلیم

حسب سابق مورخہ ۱۵/مئی ۲۰۲۳ء کو شعبۂ تربیت افتا کا نیا تعلیمی سال سرپرست اعلیٰ محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد صدر الوریٰ قادری مصباحی دام ظلہ العالی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی دعاؤں سے ہوا، آپ نے اس موقع پر فقہ وافتا کے رموز واسرار پر ایک گراں قدر توسیعی خطبہ بھی پیش فرمایا، جس میں آپ نے فتویٰ نویسی کے اصول وآداب اور مفتی کی منصبی ذمے داریوں پر موثر انداز میں روشنی ڈالی۔ واضح رہے شعبہ تربیت افتا میں مدارس اہل سنت کے ممتاز فارغین کی بڑی تعداد زیر تربیت ہے۔

من جانب: شعبۂ نشر واشاعت جامعۃ المصطفیٰ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل سنت وجماعت کے عظیم عالم دین رئیس التحریر حضرت علامہ مولانا الحاج یسین اختر مصباحی علیہ الرحمہ (ولادت ۱۲/ فروری ۱۹۵۳ء مقام خالص پورادری۔ وفات ۷/ مئی ۲۰۲۳ء ایمس ہاسپٹل دہلی) کی رحلت سے دل بجھا جارہا ہے، آنکھیں اشک بار ہیں، دل حزن وملال سے بوجھل ہے۔ ان کی موت صرف موت نہیں ایک عظیم سانحہ ہے، ایک خبر نہیں بلکہ حادثہ فاجعہ ہے۔ ان کی موت صحیح معنوں میں موت العالم موت العالم کی مصداق ہے۔

آج ایک عظیم عالم دین ہی نہیں، عظیم محقق، اسلامی اسکالر، بہترین مربی، بلند پایہ مفکر ودانش ور، سیاسی مدبر اور سیاس حاضرہ کے نبض شناس صاحب الرائے اور صائب الرائے شخصیت، باوقار مدرس، صاحب طرز ادیب وقلم کار، مخلص مشیر، تجربہ کار صحافی اور اچھا شاعر داغ مفارقت دے گیا اور ہمیشہ ہمیش کے لیے علمی دنیا اس سے محروم ہوگئی۔ ۱۷/ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۹/ اپریل ۲۰۲۳ء یک شنبہ کی شب میں آپ کی علالت کی خبر ملی۔ ۱۸/ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۰/ اپریل ۲۰۲۳ء کو صدر العلماء علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک کے ہمراہ مرزابادی پورہ چوک ''سٹی ہاسپٹل مئو'' عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ نقاہت اور کمزوری کافی تھی۔ ہوش وحواس صحیح وسالم تھے۔ بیٹھ کر ملاقات کی۔ کچھ دنوں بعد ڈسچارج ہوکر چلے گئے۔

۲/ شوال المکرم ۲۳/ اپریل کو حالت خراب ہونے کے سبب اسی ہاسپٹل کے انتہائی نگہداشت والے شعبہ (آئی سی یو) میں ایڈمٹ ہوئے۔ لیکن طبیعت میں افاقہ نہ ہوا اور ۱۳/ شوال ۱۴۴۴ھ مطابق ۴/ مئی بروز جمعرات تین بجے دن کو ایمس ہاسپٹل دہلی کے ایمرجنسی وارڈ میں منتقل ہوگئے۔

ان کی علالت کی خبر سے اہل سنت وجماعت میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی۔ خانقاہوں، مدارس اور مکاتب میں صحت یابی کے لیے دعاخوانی کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ دعاخوانی کا سلسلہ قائم ہی تھا کہ وینٹی لیٹر پر جانے کی خبر موصول ہوگئی۔ وقت کا ''ایک عظیم دانش ور بے ہوشی کے عالم میں موت وزیست کی کش مکش میں ہے'' اس خبر نے تشویشناک صورت حال پیدا کردی، ان کی حالت خطرہ سے خالی نہیں تھی، موت کا خدشہ یقینی صورت حال اختیار کر گیا تھا۔ شام ہوتے ہوتے امیدیں بھی دم توڑ چکی تھیں۔ اسی بیچ دہلی سے کنزالایمان کے مدیر عزیزم مولانا ظفرالدین برکاتی کی گھنٹی بجی انھوں نے روح فرسا خبر سنائی کہ حضرت مصباحی صاحب نزع کی کیفیت میں ہیں فون جاری رکھیں پھر فوراً اطلاع دی کہ وہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے۔ اس وقت رات کے نو بجکر پچاس منٹ ہورہے تھے۔ اناللہ وانا الیہ رجعون۔

ان کے داغ مفارقت پر شورش کاشمیری کے یہ اشعار منظرکشی کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ ایسا محسوس ہورہا کہ انھیں کے غم وصال میں یہ اشعار سپرد قلم کیے گئے ہیں:

عجب قیامت کا حادثہ ہے ،کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے ، افق پہ مہر مبیں نہیں ہے
تری جدائی سے مرنے والے ! وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگ نگہانی کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے!
اگرچہ حالات کا سفینہ اسیر گرداب ہو چکا ہے
اگرچہ منجدھار کے تھپیڑوں سے قافلہ ہوش کھو چکا ہے
اگرچہ قدرت کا ایک شہکار آخری نیند سو چکا ہے
مگر تری مرگ ناگہانی کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے!
کئی دماغوں کا ایک انساں ،میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے
قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے ،زباں کا زور بیاں گیا ہے
اتر گئے منزلوں کے چہرے ،امیر کیا کارواں گیا ہے
مگر تری مرگ ناگہانی کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے!
یہ کون اٹھا کہ دیر وکعبہ شکستہ دل ، خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم ، خواص پہنچے ،عوام پہنچے
تری لحد پہ خدا کی رحمت،تری لحد کو سلام پہنچے
مگر تری مرگ ناگہانی کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے!

حضرت رئیس التحریر محض ایک مستند عالم دین ہی نہیں تھے بلکہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ان کے کن کن اوصاف کو شمار کروں کن کن خدما کا ذکر کروں۔ مشت نمونہ از خروارے کے طور پر چند چیزوں کا ذکر کرتا ہوں۔

علامہ موصوف کو اللہ عزوجل نے فقہی شعور بھی عطا کیا تھا اور سیاسی بصیرت بھی، یہ دانشور بھی تھے اور دوراندیشی بھی، یہ اچھے مدیر بھی تھے اور اچھے ناقد بھی، پر مغز خطیب، اچھے شاعر اور بالغ نظر مورخ بھی۔ موصوف کا ایک ممتاز وصف یہ تھا کہ یہ بہت کشادہ قلب تھے اس لیے کسی کی خوبی کا کھلے دل سے اعتراف بھی کرتے تھے اور حوصلہ افزائی بھی۔ ساتھ ہی ان کا ایک بہت بڑا وصف یہ تھا کہ یہ مخلص مشیر بھی تھے، کوئی ان سے مشورہ چاہیے تو وہ اپنے طور پر ہمیشہ خیر خواہانہ مشورہ دیتے تھے اور اس وجہ سے میرے دل میں ان کی بہت قدر تھی۔ ان کے مشوروں سے کافی رہنمائی اور مدد ملی۔ یہاں ایک بات بطور خاص ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں شعبہ اختصاص فی الفقہ کا قیام بھی انھیں کے مشوروں کا نتیجہ ہے۔ ۱۹۷۸ء سے پہلے ادارہ میں شعبہ اختصاص فی المعقولات کا دبدبہ تھا۔ میرے اساتذہ نے مجھے اختصاص کا حکم دیا تو میں شش وپنج میں پڑ گیا۔ اس لیے کہ میں معقولات میں اختصاص کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ایک روز حضرت علامہ یس اختر مصباحی صاحب نے پوچھا کس فن سے آپ کو شغف زیادہ ہے۔ عرض کیا معقولات سے۔ فرمایا معقولات کے دل دادہ تو بہت ہیں، دینیات کی طرف بھی توجہ ہونی چاہیے۔ دراصل یہ میرے ضمیر کی آواز تھی مگر حالات نے رخ کسی اور طرف موڑ دیا تھا۔ یہ بات دل میں بیٹھ گئی۔ جب درجہ اختصاص میں داخلے کی با آئی تو میں نے دینیات بالخصوص فقہ میں اختصاص کا شوق ظاہر کیا اور آخر کار اختصاص فی الفقہ کے ایک نئے درجہ کی منظوری مل گئی۔ میں اس درجہ کا پہلا طالب علم ہوں۔ اس کے لیے اظہار شوق تو میں نے کیا تھا مگر اس کے لیے ذہن سازی کا سہرا حضرت علامہ یس اختر مصباحی کے سر جاتا ہے۔ اس کے بعد سے آج تک اختصاص فی

الفقہ کا شعبہ قائم ہے۔ یہ حضرت رئیس التحریر کا میرے لیے پہلا مشورہ تھا جو کتنا مخلصانہ اور دور اندیشی پر مبنی تھا یہ اہل مخفی نہیں۔ جس کے ثمرات اور اثرات کا اکناف عالم سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت رئیس التحریر علیہ الرحمہ بہت سارے اوصاف کے جامع ہونے کے ساتھ ایک عظیم انسان بھی تھے۔ بااخلاق اور منکر المزاج تھے۔ پوری زندگی خلوص وللّٰہیت کے ساتھ دین وسنیت کی خدمت کرتے رہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ پوری زندگی خدمت دین کے لیے وقف کر دی۔ مختلف کمالات اور علوم وفنون کی اس جامع شخصیت کو بیش قرار تنخواہوں والی ملازمتیں مل سکتی تھیں، اپنی دنیا کو وہ بہتر سے بہتر بنا سکتے تھے، لیکن انھوں نے سب کچھ جانتے ہوئے ان تمام چیزوں کو خیر آباد کہا اور دین کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو خاص کر لیا۔ ایسی شخصیتوں دور قحط الرجال میں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔

تحریر وقلم تو ان کا خاص میدان تھا۔ مختلف جہتوں سے انھوں نے اس وادی میں جادہ پیمائی کی ہے۔

جہان قلم وقرطاس میں ان کے دارے بڑی قدر کی نگاہ دیکھے جاتے ہیں۔ اگست ۱۹۸۸ء سے نومبر ۱۹۹۲ء تک ''ماہ نامہ حجاز جدید'' اور نومبر ۱۹۹۸ء تا جون ۲۰۰۴ء ماہ نامہ کنزالایمان دہلی کی کامیاب ادارت فرمائی۔ ان کے اداریے دستاویزی حیثیت کے حامل ہوتے تھے ان اداریوں میں تاریخی اور تحریکی عناوین، قومی وملی مسائل، ملکی وبین الاقوامی معاملات، سیاست اور حاضرہ کے متعلق مضامین موجود ہیں۔ ان کی تحریروں میں مذہبی وعلمی گہرائی کے ساتھ تحقیقی اسلوب پایا جاتا ہے۔ ماہ نامہ حجاز جدید دہلی اور ماہ نامہ کنزالایمان دہلی کے داداریوں کا وقیع اور گراں قدر مجموعہ ''نقوش فکر'' (۱۰۳۲ صفحات) کے نام سے شائع ہو کر خراج تحسین وصول کر چکا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ کی شخصیت پر مختلف جہتوں سے کام کیا۔ انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی حیات کے اہم گوشوں اور نئے پہلوؤں کو اجاگر کرایا۔ امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات، امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت، امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، امام احمد رضا کے وصایا پر اجمالی نظر، امام احمد رضا اور تحریکات جدیدہ، امام احمد رضا اور فقہ حنفی، معارف کنزالایمان۔ یہ تمام کتابیں رضاشناسی کے حوالے سے اپنے اپنے موضوع پر ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

انقلاب اور آزادی ہند کے حوالے سے ایک گراں قدر سرمایہ چھوڑا ہے۔ اس موضوع پر علمائے اہل سنت میں متعدّد کتابیں لکھنے کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔ قائدین تحریک آزادی، ممتاز علمائے انقلاب ۱۸۵۷ء قائد جنگ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی ۱۸۵۷ء پس منظر اور پیش منظر، علامہ فضل حق اور انقلاب ۱۸۵۷ء۔ یہ کتابیں اپنے موضوع پر اہم معلومات اور عمدہ تحقیق پر مبنی ہیں۔

قرآنیات کے حوالے سے دو کتابیں لکھیں۔

قرآن اور جہاد۔ آیات جہاد کا قرآنی مفہوم۔ عقائد ومعمولات اہل سنت پر بھی علمی نقوش ثبت کیے۔ سواد اعظم اہل سنت وجماعت عقائد ومعمولات۔ سواد اعظم سے انحراف۔ تعارف اہل سنت۔ مسائل توسل وزیارت۔ موئے مبارک۔ گنبد خضریٰ۔ خصائص رسول۔ جشن میلاد النبی ﷺ۔ نامی کتابیں اس کی بہترین مثال ہیں۔

ہندوستان کے مسلم معاملات پر بھی اچھا خاصہ کام کیا۔ جب جیسی ضرورت پیش آئی انھوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے معاملات پر اہل سنت وجماعت کی جانب سے بہترین وکالت فرمائی۔ اس عنوان کی کتابیں اس طرح ہیں:

مسلم پرسنل لا کا تحفظ۔ تصوف اور سیاست۔ ہندوتوا اور ہندوستانی مسلمان۔ سنگھ پریوار کا اکیس نکاتی فارمولے۔ بابری مسجد۔ ہم اور ہمارا ہندوستان۔ تین طلاق اور حکم شریعت۔ عمرانہ کا مسئلہ۔

علمائے فقہا، صوفیا کے احوال وافکار اور دینی، علمی خدمات کے حوالے سے حضرت رئیس التحریر علیہ الرحمہ نے وقیع کارنامہ انجام دیا ہے

۔ان کی خدمات کی فہرست یہ ہیں:

سلسلہ ولی اللّٰہی عزیزی دہلی ۔ دینی وعلمی احوال وافکار (دو جلد) ۔ ممتاز علماے فرنگی محل لکھنؤ ۔ اویس زماں شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی ،علماے اہل سنت کی بصیرت وقیادت ۔ آفتاب وماہتاب ۔ خواجہ اجمیر ۔ تین برگزیدہ شخصیتیں ۔ مجاہد ملت کی مجاہدانہ عزیمت ۔ خواجہ اجمیر ۔ شارح بخاری ۔

ترجمہ نگاری میں بھی حضرت نے علمی ذخیرہ چھوڑا ہے دو کتابیں ان کی بہترین ترجمہ نگاری پر شاہد ہیں ۔

اصلاح فکر واعتقاد (ترجمہ مفاہیم یجب ان تصحح للعلامۃ محمد بن العلوی المالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ) ۔ ترجمہ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) یہ کتاب کل ہند تنظیم المدارس کے نصاب میں شامل ہیں ۔

اس کے علاوہ آپ کی مشہور و معروف عربی کتاب المدیح النبوی جو عربی نعت وقصائد کا مجموعہ ہے تنظیم المدارس کے نصاب تعلیم میں شامل ہے ۔

حضرت رئیس التحریر علیہ الرحمہ محرک اور منصوبہ ساز شخصیت تھے ۔ دین وسنیت اور قوم وملت کے حوالے سے ان کی تحریک سے اچھا کام ہوا۔ تنظیم کے قیام کی ضرورت پیش آئی تو اس کی بنیاد رکھی ، نمائندگی وقیادت کی ضرورت پیش آئی تو اہل سنت وجماعت کی جانب سے یہ کام بھی احسن طریقے سے انجام دیے ۔ المجمع الاسلامی مبارک قائم شدہ ۱۳۹۶ھ /۱۹۷۶ء کے بانی رکن تھے ، دہلی جیسی بے آب وگیاہ سرزمین پر دارالقلم دہلی اور قادری مسجد کی ۱۹۹۱ء میں بنیاد رکھی ، کل ہند مسلم پرسنل لا کانفرنس قائم شدہ ۱۹۵۸ء کے نائب صدر ، درگاہ کمیٹی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر شریف کے مرکزی حکومت ہند کی جانب سے نومبر ۱۹۹۷ء تا نومبر ۲۰۰۲ء رکن ونائب صدر رہ چکے ہیں ۔ ۲۰۰۷ء میں انقلاب ۱۸۵۷ء کے ڈیڑھ سو سالہ جشن پر بطل حریت علامہ فضل حق خیر آبادی کو متعارف کرانے کا منصوبہ ، اس حوالے سے کانفرنسوں کا انعقاد اور کتابوں کی اشاعت حضرت کے ذہن وفکر کا ہی نتیجہ ہیں ۔ ۱۳۳۹ھ میں سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے دو سالہ عرس کو یادگار بنانے کے لیے سیمینار اور کانفرنس کا انعقاد اور ان کی شخصیت پر مقالات ومضامین کی اشاعت حضرت علیہ الرحمہ کی ہی تحریک کا ثمرہ تھیں ۔

ملک گیر سطح پر مذہب ومسلک سے متعلق پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے حضرت رئیس التحریر علیہ الرحمہ نے جو منصوبہ بنایا اسے خود عملی جامہ پہنایا ۔ اس سلسلے میں عرفان مذہب ومسلک ، عرفان حقائق نامی کتابیں لکھیں ، جنھیں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی ۔

جامعہ اشرفیہ سے وابستگی:

رئیس التحریر علامہ یس اختر مصباحی رحمۃ اللہ علیہ کو تفسیر قرآن ، حدیث واصول حدیث ، فقہ اسلامی اور عربی زبان وادب اور منطق وفلسفہ جیسے علوم وفنون کی معرفت دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور سے حاصل ہوئی ۔ یہاں کی علمی فضا اور عملی تربیت نے انھیں اس مقام پر فائز کر دیا جس مقام پر علمی دنیا آج انھیں خراج عقیدت پیش کر رہی ہے اور آپ کی وفات کا سوگ منا رہی ہے ۔ جلالۃ العلم حافظ ملت ابوالفیض علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری ، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ حافظ عبدالروف بلیاوی ، قاضی شریعت مولانا قاضی محمد شفیع اعظمی اور بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہم الرحمۃ والرضوان جیسے اجلہ اساتذہ کی علمی درس گاہوں اور فیض رسا مجلسوں نے انھیں اس مقام پر فائز کر دیا ۔ دیار علم وفن جامعہ اشرفیہ اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے گہری وابستگی اور سچی عقیدت رکھتے تھے ۔ ۱۹۷۰ء میں اس ادارہ سے فارغ التحصیل ہوئے ۔ جنوری ۱۹۷۴ء سے اپریل ۱۹۸۲ء تک جامعہ اشرفیہ میں استاذ ادب کے منصب کو زینت بخشتے رہے ۔ عرصہ دراز سے مجلس شوریٰ جامعہ اشرفیہ کے رکن بھی تھے ۔ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے مندوبین میں شامل تھے ۔ اس کے فقہی سیمینار میں شریک ہوتے اور اپنے مفید مشوروں ، تاثرات اور خطبات سے نوازتے تھے ۔ ان کی علمی ، دینی ، تدریسی ، تصنیفی ، تحقیقی خدمات

کے اعتراف میں تنظیم ابنائے اشرفیہ کے زیر اہتمام عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ مصباحی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ کے ہاتھوں ''حضور حافظ ملت ایوارڈ'' سے نوازے گئے۔ اس کے علاوہ رئیس التحریر کی علمی خدمات کے اعتراف میں ۱۹۹۱ء میں رضا اکیڈمی نے امام احمد رضا ایوارڈ اور ۲۵ر فروری ۲۰۰۳ء میں خانقاہ چشتیہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اوریا نے تاج الفحول ایوارڈ سے نوازا تھا۔

افسوس علم وادب اور عشق وفا کا یہ اختر تابندہ آج بعد نماز مغرب خالص پور کی مٹی میں روپوش ہوگیا۔ گوش عبرت سے سنو اپنے آقا کا یہ وفادار آج بھی انھیں یاد کر رہا ہے۔

شام غربت ہے اور شہر خاموش ہے ایک اختر اکیلا کفن پوش ہے
خوف کی ہے گھڑی وقت ہے پر خطر دونوں عالم کے سرکار آجائیے

ان سطروں میں اس بے مایہ نے حضرت رئیس التحریر علیہ الرحمہ کے اوصاف وخدمات کی ایک جھلک پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ میری جانب سے ان کی بیوہ، اولاد، پس ماندگان، تلامذہ، متعلقین، متوسلین کو پیغام تعزیت ہے۔ اللہ رب العزت حضرت کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، انھیں شمیم جنت کی راحتیں نصیب فرمائے اوران کے جملہ پس ماندگان کے ساتھ مجھے بھی صبر جمیل وراجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

شریک غم: محمد نظام الدین الرضوی
شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور نزیل ممبئی
۱۷ر شوال المکرم ۱۴۴۴ھ/۸ر مئی ۲۰۲۳ء دوشنبہ

فکروفن کا آفتاب غروب ہوگیا

مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی: دار العلوم قادریہ چریاکوٹ، مئو

یعنی رئیس التحریر حضرت علامہ لیس اختر مصباحی رکن شوریٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، بانی رکن المجمع الاسلامی مبارک پور، بانی دارالقلم دہلی، اب اس دنیا میں نہ رہے۔

مؤرخہ 7 مئی 2023ء، شب دوشنبہ، 17 شوال المکرم 1444ھ 9 بج کر 50 منٹ پر دہلی میں اپنی جان، جاں آفریں کے سپرد کر گئے، پھر میت خالص پور، ادری مئو آبائی وطن لائی گئی اور وہیں دوسرے دن بعد مغرب سپرد لحد کیے گئے۔

مولانا لیس اختر مصباحی علیہ الرحمہ نے کچھ عرصہ دارالعلوم غریب نواز الہ آباد میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تقریباً سات سال تک شیخ الادب رہے، پھر سعودی عرب میں چند سال گزار کر ہندوستان آئے اور دہلی کی سرزمین کو اپنا مستقر بنایا، ذاکر نگر اوکھلا نئی دہلی میں دارالقلم قائم کیا، جس سے متصل قادری جامع مسجد بھی ہے۔

وہاں دارالقلم کی عمارت میں ایک شاندار لائبریری بھی قائم کی اور ایک عرصے تک اپنی قلمی خدمات سے قوم وملت کو نوازتے رہے، "حجاز جدید" کے نام سے ایک ماہنامہ بھی جاری کیا، جو چند سالوں کے بعد بند ہوگیا، پھر ماہنامہ "کنزالایمان" سے وابستہ رہے، اس کے مدیر اعلیٰ بھی رہے، اور پھر اسے چھوڑنے کے بعد اس کے مشیر اعلیٰ کی حیثیت سے کام کرتے رہے، کئی درجن کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں یہ کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

المدیح النبوی (عربی)، امام احمد رضا، ارباب علم و دانش کی نظر میں، امام احمد رضا اور ردبدعات و منکرات، ترجمہ الفوز الکبیر، خاک حجاز کے نگہبان، کنزالایمان اور دیگر تراجم قرآن کا تقابلی جائزہ، سواد اعظم، تعارف اہل سنت، گنبد خضرا اور انہدام کی سازش، امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، امام احمد رضا اور مفتی اعظم، مجاہد ملت کی مجاہدانہ عزیمت، نقوش فکر (اداریوں کا مجموعہ)، مجاہدین جنگ آزادی، پیغام عمل، معارف قرآن، علمائے اہل سنت کی قیادت و بصیرت، وغیرہ۔

یہ اور بہت ساری کتابیں آپ کے راہوار علم کی یادگار ہیں، عربی اور اردو دونوں زبانوں پر یکساں قدرت رکھتے تھے، ملک کی بڑی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں اعزاز سے مدعو کیے جاتے تھے، بلکہ بیرون ملک بھی آپ کو یاد کیا جاتا۔ آپ کے مقالات کی اچھی خاصی تعداد ہے جنھیں کئی جلدوں میں یکجا کیا جاسکتا ہے۔

علمائے اہل سنت میں آپ کی شخصیت قائدانہ حیثیت کی مالک تھی، آپ کی دینی، تدریسی اور قلمی خدمات کا دائرہ نصف صدی کو محیط ہے، جرأت و بے باکی میں ممتاز تھے، استاذ العلما حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ، بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی ثم مبارک پوری، علامہ قاضی محمد شفیع اعظمی علیہ الرحمہ کے ممتاز تلامذہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ 1970ء میں الجامعۃ الاشرفیہ سے فارغ ہوئے، آپ کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔

علامہ لیس اختر مصباحی کیا گئے، فکر و قلم اور علم و دانش کا قطب مینار زمین بوس ہوگیا، میدان طریقت میں روحانیت کے تاجدار، شہزادہ اعلیٰ حضرت، سرکار مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ کے دست اقدس پر شرف بیعت سے مستفیض تھے۔ آپ کے اس دنیائے فانی سے چلے جانے سے جماعت اہل سنت کا بہت بڑا خسارہ ہوگیا، اور خاص طور سے المجمع الاسلامی کا ایک ستون گر گیا، دارالقلم دہلی میں تو بالکل سناٹا چھا گیا، الجامعۃ الاشرفیہ سوگوار ہے اور خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف غم زدہ۔

آپ کیا گئے، فقیر نعمانی کا مخلص رفیق چلا گیا۔ جماعتی درد کا امین رخصت ہوگیا۔ فکر و فن، علم و دانش کا نقیب نہ رہا۔ ان کی حیات کا سلسلہ ٹوٹ گیا تو تصنیف و تالیف کے لیے رواں دواں قلم بھی نذر جمود ہوگیا۔ احباب غم زدہ ہیں۔ تلامذہ الم کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ گھر والوں پر کیا گزری ہوگی اس کا تو اندازہ لگانا ہی مشکل ہے، میں جملہ اہل خانہ و فرزندان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہوں اور تسلی کے لیے دعاگو اور خود بھی سوگوار میں شامل ہوں اور گہرے رنج و غم میں گرفتار۔

علم و ادب، تحقیق و تدقیق اور تحریر و قلم کا نیر تاباں چلا گیا

مفتی محمد شبیر عالم مصباحی خادم التدریس والافتا دارالعلوم انوار رضا نوساری، گجرات

اس وقت قلم بھی چلنے کو تیار نہیں، ہاتھ کانپ رہے ہیں، فکر خشک ہے جب سے یہ خبر موصول ہوئی کہ عالم اسلام کے عظیم اسلامی اسکالر، بے باک محقق، بے مثال ناقد، عظیم المرتبت شخصیت نازش علمائے اہل سنت رئیس التحریر حضرت علامہ یسین اختر مصباحی اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت موصوف گوناگوں اوصاف و کمالات کے حامل تھے، علمی و فنی صلاحیتوں کے علاوہ درجنوں اوصاف آپ کے ایسے تھے جو بڑی شخصیتوں میں بہت کم ملتے ہیں، حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے تھے، مسلک حق اہل سنت و جماعت مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے ترجمان اور حامی و موید تھے۔ جب بھی مسلک پر حملہ ہوا آپ کے قلم بے باک نے کھل کر اس کی تردید کی، انقلاب اور آزادی ہند کے حوالہ سے جو کارنامہ آپ نے انجام دیا ہے۔ وہ آپ کے باب خدمات کا ایک اہم اور روشن باب ہے۔

پوری زندگی خدمات سے عبارت رہی، تحقیقی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی اور اصلاحی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے سیکڑوں مضامین

اور مقالات لکھے ہیں درجنوں کتابوں کی تصنیف بھی فرمائی ہیں۔

آپ کے کچھ اہم تصانیف:

قرآن اور جہاد۔ جہاد کا قرآنی مفہوم۔ تعارف اہل سنت۔ موے مبارک۔ گنبد خضریٰ۔ مسلم پرسنل لا کا تحفظ۔ تین طلاق اور حکم شریعت۔ دینی و علمی احوال وافکار۔ تین برگزیدہ شخصیتیں۔ اصلاح فکر واعتقاد۔ خصائص رسول۔ جشن میلاد النبی ﷺ وغیرہ

فقیہ فقید المثال، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر فرقۂ باطلہ کی طرف سے بدعات ومنکرات کی اشاعت کی الزام تراشی ہوئی تو رئیس التحریر علیہ الرحمۃ والرضوان نے مختلف جہتوں سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات پر کام کیا۔ اور بدعات ومنکرات کی اشاعت کے الزام کی تردید کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت علیہ والرضوان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کو اجاگر کرایا۔ اور امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات، امام احمد رضا ارباب علم دانش کی نظر میں، امام احمد رضا کی محد ثانہ عظمت، امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، امام احمد رضا کے وصایا پر اجمالی نظر، امام احمد رضا اور تحریکات جدیدہ، امام احمد رضا اور فقہ حنفی، معارف کنزالایمان، جیسی اہم تصنیفات سپرد قلم کیے۔

انقلاب ۱۸۵۷ء اور آزادی ہند میں مسلم علما کا نمایاں کردار رہا ہے مگر سوچی سمجھی پلاننگ کے تحت تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی جارہی تھی مسلم علما کے مجاہدانہ کردار کو چھپانے کی لاحاصل کوشش جاری تھی کہ رئیس التحریر علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس موضوع پر بھی کئی کتابیں تصنیف فرما کر ان ناپاک ارادوں کو خاک میں ملادیا۔ وہ قیمتی تصنیفات یہ ہیں: قائدین تحریک آزادی، ممتاز علماے انقلاب ۱۸۵۷ء قائد جنگ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی ۱۸۵۷ء پس منظر اور پیش منظر، علامہ فضل حق اور انقلاب ۱۸۵۷ء۔

عالم اسلام کی اس عبقری شخصیت کے جانے سے حلقہ اہل سنت میں ایک بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ ہر چہار جانب کھل بلی مچی ہوئی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت کی ساری خدمات قبول فرمائے، انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ان کا نعم البدل ہم سب کو عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

شریک غم

محمد شبیر عالم مصباحی

خادم التدریس والافتادار العلوم انوار رضا نوساری گجرات

اہل قلم سے گزارش:

اصحاب فکر وقلم سے گزارش ہے کہ اپنے علمی، فکری، ادبی

اور تحقیقی مضامین ان پیج، ورڈ یا موبائل سے ٹائپ کر کے تصحیح کے بعد درج ذیل ای میل آئی ڈی یا واٹسپ نمبر پر بھیجیں۔

paighamemustafa2018@gmail.com

sajid.misbahi@gmail.com

WhatsApp:9473927746

منظومات

حمد باری تعالیٰ

تو نے زمیں بنائی، یہ آسماں بنایا

دشت و جبل بنائے، یہ گلستاں بنایا

آکاش پر سجائے ماہ و نجوم تو نے

اشجار کو پرندوں کا آشیاں بنایا

سادہ فضا کو بخشا اک نور کا قبالہ

تاریک شب کو انساں کا راز داں بنایا

بے سمت زندگی کو بخشا شعورِ تازہ

انسان کو خدا نے اک علم داں بنایا

ہیں زلزلوں کے جھٹکے انسان کی زمیں پر

اور آسماں کے دل میں برقِ تپاں بنایا

فولاد کا ذخیرہ رکّھا زمیں کے اندر

کوہِ گراں کو تو نے آتش فشاں بنایا

بچوں کے دل کو بخشی اک روشنی ادب کی

استاذ کی زباں کو بہتر زباں بنایا

احسن کو بندگی کا پختہ شعور دے دے

سادہ سی زندگی کو جیسے جواں بنایا

مولانا توفیق احسن برکاتی

جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

نعت شریف

باغِ فردوس میں مل کے جینے چلیں

تم چلو ہم چلیں سب مدینے چلیں

بے سکونوں کو ملتا سکوں ہے جہاں

زخمِ دل کو وہیں ہم بھی سینے چلیں

میں بھی شامل رہوں قافلے میں شہا

جب مدینے کی جانب سفینے چلیں

مصطفیٰ کا کرم ہم پہ ہو جائے گر

صرف اک دن ہی کیا ہر مہینے چلیں

کاش آ کر کہے اُن کا قاصد ہمیں

تم کو طیبہ بلایا نبی نے، چلیں

بخشوا کر گناہوں کو اپنے وہیں

لوٹنے رحمتوں کے خزینے چلیں

رشک میں دیکھ کر ہوں ہمیں سب کے سب

لے کے یوں عشق کے ہم قرینے چلیں

نور سرکار سے صاف ہو جائیں گے

دھونے دل کے وہیں آبگینے چلیں

کاش ہم بھی سعید حزیں ایک دن

شربتِ دید آنکھوں سے پینے چلیں

مولانا نور سعید مرکزی اشرفی

استاذ دار العلوم انوارِ رضا نوساری گجرات

ساکن: گوشائیں پور (کرندیگھی) کٹیہار بہار

ترانۂ پیغام مصطفیٰ

اللہ کی عنایت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

احسانِ جانِ رحمت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

پیغامِ دین و ملت , پیغامِ مصطفیٰ، ہے

تجھ سے فروغِ سنت , پیغامِ مصطفیٰ، ہے

ہر رکن کی یہ محنت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

لب پر جو تیری مدحت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

سیمانچل کا خطہ نازاں نہ کیوں ہو تجھ پر

شہ کارِ علم و حکمت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

محسوس ہو رہا ہے مقبولیت سے تیری

تجھ پر خدا کی رحمت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

کلماتِ شیریں سے تو لبریز رہتا ہر دم

اہلِ زباں کی چاہت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

نقش و نگار عمدہ مضمون بھی اچھوتا

عمدہ تری طباعت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

شہدِ ظرافت اس میں ڈالا گیا ہو جیسے

ملتی یوں پڑھ کے لذت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

باذوق باادب سب کہتے ہیں پڑھ کے تجھ کو

سیمانچل کی عظمت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

درسِ حدیث و قرآں ہے خاص اس کا مقصد

سرچشمہ ہدایت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

فیضانِ اعلیٰ حضرت اور اشرفی عنایت

پیغامِ اہلِ سنت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

پڑھنے کے بعد اس کو کہتے سعید ہیں سب

درسِ خلوص و الفت ,پیغامِ مصطفیٰ، ہے

مولانا نور سعید مرکزی اشرفی